نمبر ۴۶-۴۷ | دار الامان قادیان مورخہ ۱۷-۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء | جلد ۷

تذکرۃ الشہادتین

گذشتہ اشاعت سے آگے

[ان] معنوں پر استعمال نہیں ہوا کہ کوئی شخص مع جسم زندہ آسمان پر اُٹھایا گیا +

ماسوا اس کے ان معنوں سے تو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ قرآن شریف میں عیسےٰ کی موت کا کہیں ذکر نہیں اور اُسے کبھی مرنا ہی نہیں کیونکہ جس جگہ اور جس مقام میں حضرت عیسیٰ کی نسبت توفی کا لفظ ہوگا وہاں یہی معنی کرنے پڑینگے کہ مع جسم آسمان پر چلا گیا یا جائے گا۔ پھر موت اس کی کس طرح ثابت ہوگی۔

علاوہ اس کے اگر دنیا میں دوبارہ انسان آسکتا ہے تو پھر خدا تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ کو یہودیوں کے سامنے شرمندہ کیوں کیا کیونکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعویٰ مسیحیت کیا تو یہودیوں نے یہ حجت پیش کی تھی کہ تجھے ہم مسیح نہیں مان سکتے کیونکہ ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ سچا مسیح جس کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے جب وہ آئے گا تو ضرور ہے کہ اُس سے پہلے الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آوے مگر ایلیا نبی ابتک دوبارہ دنیا میں نہیں آیا اس لیے ہم تجھے سچا نہیں سمجھ سکتے۔ تب حضرت مسیح نے انکو یہ جواب دیا کہ وہ الیاس جو آنے والا تھا وہ یوحنا نبی ہے جسکو اہل اسلام یحییٰ کرکے پکارتے ہیں اس جواب پر یہود سخت ناراض ہوگئے اور حضرت عیسیٰ کو مفتری اور کاذب قرار دیا چنانچہ اب تک وہ اپنی کتابوں میں جو بعض میرے پاس موجود ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کرتے ہیں اور اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ اگر خدا تعالے قیامت کے دن ہمیں پوچھے گا کہ اس شخص کو تم نے قبول نہیں کیا تو ہم ملاکی نبی کی کتاب اُس کے آگے رکھدینگے اور عرض کریں گے کہ یا الٰہی جبکہ تو نے صاف لفظوں میں کہدیا تھا کہ جب تک الیاس نبی دوبارہ دنیا میں نہ آوے وہ سچا مسیح جس کا بنی اسرائیل سے وعدہ ہے مبعوث نہیں ہوگا۔ پس الیاس نبی دوبارہ دنیا میں نہ آیا اسلیے ہم نے اس شخص کو قبول نہ کیا۔ ہمیں یہ نہیں کہا گیا تھا کہ جب تک الیاس کا مثیل نہ آوے سچا مسیح نہیں آئے گا بلکہ یہی کہا گیا تھا کہ سچے مسیح کے پہلے سچ مچ الیاس کا دوبارہ آنا ضروری ہے سو وہ بات پوری نہ ہوئی۔

پھر اس کے بعد یہ فاضل یہودی جس کی کتاب میرے پاس ہے اپنی اس دلیل پر بڑا فخر کرکے پبلک کے سامنے اپیل کرتا ہے کہ کیا ایسے مفتری کو کوئی قبول کرسکتا ہے جو تاویلوں سے لیتا ہے اور اپنے اُستاد یوحنا کو خواہ نخواہ الیاس ٹھیراتا ہے پھر اسکے بعد اس نے بڑا جوش ظاہر کیا ہے اور ایسے تحقیر کے الفاظ سے حضرت مسیح کو یاد کرتا ہے جن کی نقل ہم اس جگہ کر نہیں سکتے اور اگر قرآن نازل نہ ہوا ہوتا تو اس حجت میں بظاہر یہود حق بجانب معلوم ہوتے تھے کیونکہ ملاکی نبی کے صحیفے میں درحقیقت یہ الفاظ نہیں ہیں کہ سچے مسیح کے پہلے مثیل الیاس آئے گا بلکہ صاف لکھا ہے کہ اس مسیح سے پہلے خود الیاس کا دوبارہ آنا ضروری ہے۔ اس صورت میں اگرچہ عیسائی حضرت مسیح کی خدائی کے لیے روتے ہیں مگر نبوت بھی ثابت نہیں ہوسکتی اور یہودی سچے معلوم ہوتے ہیں پس یہ احسان قرآن شریف کا عیسائیوں پر ہے کہ حضرت مسیح کی سچائی ظاہر کردی۔

اس جگہ ایک سوال باقی رہتا ہے اور وہ یہ کہ جس حالت میں ملاکی نبی کے صحیفہ میں صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ جب تک الیاس نبی دوبارہ دنیا میں نہ آوے تب تک وہ سچا مسیح جس کا بنی اسرائیل کو وعدہ دیا گیا ہے دنیا میں نہیں آئیگا

کی تبلیغ و اشاعت میں بھی اصل الاصول مقرر ہوئے غرضیکہ کل دین اسلام اُن کے ذریعہ دنیا بھر میں شائع ہوا اور جن افراد قریش نے ارتکاب خلاف ورزی اس حکم فلیعبدوا رب ھذا البیت کا کیا وے سب کے سب جوع اور مخاوف غارتگری وغیرہ میں مبتلا ہو کر ہلاک وتباہ ہوگئے اور مرد ابتر جہنم زمہریر و نار میں جا داخل ہوئے اس لطیف پیشین گوئی کے ہر دو پہلو پورے ہو گئے ! عقلاً واقعات سے ثابت ہو گیا کہ اس سورہ قریش میں بشارت بھی موجود ہے اور انذار بھی وہ یہ کہ قریش جب تک فلیعبدوا رب ھذا البیت کی تعمیل کرتے رہیں گے تب تک وہ متبوع اور مقتدا بھی رہیں گے اور درصورت عدم تعمیل اور خلاف ورزی قوانین الٰہی کے اپنے واجب سزا قانونی کے لیے سزاوار ہوں گے دبس ؎

ہر کس ہست اہل بشارت کی اشارت دا ند
نکتہا ہست بسے محرم اسرار کجا ست

اور سورہ قریش کے مضمون سے یہ بھی ثابت ہو کہ دین اسلام کی اشاعت کے واسطے جس زمانہ اول میں بھی رحلت و سفر ایک ضروری اسباب تھے بغیر رحلت اور سفر کے تبلیغ دین اسلام کی بلاد عرب وغیرہ میں کیونکر ہو سکتی ہے پس اسی طرح بحکم اول آخر نسبتی دارد کے اللہ تعالےٰ کو یہ بھی منظور تھا اور اُس کے علم ازلی میں مقرر ہو چکا تھا کہ دین اسلام کل دنیا میں شائع ہو جاویگا اور پیشین گوئی لیظھرہ علی الدین کلہ بالکل وجوہ پوری ہوگی لہٰذا اللہ تبارک وتعالےٰ نے بحکم اذا اراد شیئاً ھیأ اسبابہ کے اس آخری زمانہ میں بجائے رحلۃ الشتاء والصیف کے اس آخری سلسلہ احمدیہ کے واسطے کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ میں ریل و تار برقی اور ڈاک اور دخانی جہاز اور مطبع اور اخبارات وغیرہ کے انتظام کی طرف بہت سی تصریحات و اشارات و کنایات بیان فرمائے ہیں جیسا کہ واذا العشار عطلت - واذا النفوس زوجت - والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا و زینۃ زمانہ اول کے لیے و یخلق ما لا تعلمون آخری زمانہ کے واسطے جیسا کہ فرمایا گیا و یترکن القلاص فلا یسعی علیھا وغیرہ وغیرہ جیسا کہ رسائل مؤلفہ سلسلہ احمدیہ میں یہ امور تفصیل و تشریح تمام ذکر کیے گئے ہیں فلیرجع الیھا

مقصود اللہ تبارک وتعالےٰ کا اور نیز اُس کے رسول کا ان امور کے یاد دلانے سے اُمت کے لیے یہی ہے کہ واسطے تبلیغ دین اسلام کے ایک ایسا زمانہ آخری آنے والا ہے جس میں واسطے تبلیغ دین اسلام کل دنیا میں ان اسباب و سامان کی ضرورت واقع ہوگی جو بواسطہ مہدی مسعود اور مسیح موعود کے تمام دنیا میں وہ تبلیغ ہو جاوے گی اور کوئی شہر اور قریہ باقی نہ رہے گا جس میں اسلام نہ پہونچ جاوے اور پیشین گوئی عظیم الشان جو لیظھرہ علی الدین کلہ میں بطور بشارت ہے وہ بالکل وجوہ معرض وقوع میں آ جاوے گی والحمد للہ کہ آغاز اس سلسلہ کا تو شروع کا اب ہو چلا ہے اور حضرت امام الزمان نے تمام ممالک مغربیہ و مشرقیہ یورپ و امریکہ وغیرہ میں تبلیغ دین اسلام کی ایک دھوم مچا دی ہے اور تمام ادیان باطلہ میں جو اب دنیا میں موجود ہیں ایک تزلزل برپا ہو چلا ہے پس جس طرح اول سلسلہ محمدیہ کی اشاعت کے لیے اسباب و سامان سورہ قریش میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بعبارت رحلۃ الشتاء والصیف اور اطعمھم من جوع و امنھم من خوف بیان فرمائے عقول سلیمہ و ذوی العقول کی مقصود کلام کو مطابق ہماری تفسیر اور تشریح کے سمجھ لیا تھا اُسی طرح مسیح موعود کے زمانہ میں امور مذکورہ بالا کو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں بہ اشارات و تصریحات بیان فرمایا عقلاً کو مسیح موعود تک پہونچا رہا ہے کہ یاتون من کل فج عمیق و یاتیک من کل فج عمیق کیونکہ یہ ذرائع اور وسائل مذکورہ باواز بلند منادی کر رہے ہیں کہ وہ مہدی مسعود اور مسیح موعود دنیا میں آ گیا جس کے وقت میں پیشین گوئی لیظھرہ علی الدین کلہ واقع ہونے والی تھی اور اس موعود نے ظہور فرما کر اپنا کام یعنی تبلیغ اسلام کل دنیا میں شروع بھی کر دیا کیونکہ مثل مشہور ہے کہ العاقل تکفیہ الاشارۃ کیا سچ کہا ہے شیخ شیرازی نے ؎

نگہ بنداز سر ملامتی حرفے
کز ان پندے بگیرد صاحب ہوش
اگر صد باب حکمت پیش نادان
بخوانند آیدش بازیچہ در گوش

خلاصہ تفسیر سورہ قریش کا یہ ہوا کہ قریش بالفرض تمام دینیات میں متبوع اور مقتدا ہیں کہ الفضل للمتقدم اور سارے اُمت مرحومہ اُن کی تابع ہے خواہ اُمت میں کوئی خلیفہ رسول اللہ ہو یا امام ہو یا مجدد ہو یا مہدی ہو یا مسیح موعود ہو لیکن سورۃ قریش سے یہ ہرگز نہیں پایا جاتا کہ سوائے قریش کے کوئی امام ہوگا اور نہ کوئی مہدی ہوگا اور نہ کوئی مسیح موعود ہوگا بلکہ متعدد مقاموں میں بصراحت بیان فرمایا گیا ہے کہ سوائے قریش کے دوسرے لوگ بھی پیشوا اور مقتدا ہوں گے جیسا کہ سورہ جمعہ میں سوائے قریش کے دوسری قوم کو بلفظ فی کلھم اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم کے بیان فرمایا ہے جس سے مراد بموجب حدیث متفق علیہ کے فارسی الاصل ہیں جو بنی اسحاق میں سے ہیں اور نیز صرف بلفظ منکم آیت استخلاف میں ارشاد فرمایا گیا ہے ایضاً فرمایا گیا ہے وکذلک نجزی المحسنین - ان آیات میں صرف بقید صفات احسان و ایمان اور عمل صالح کے تقیید فرمائی گئی ہے نہ فاطمی ہونا شرط ہے اور نہ قریشی ہونا۔

اب ہم اُن احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں جن میں فضائل قریش کے مذکور ہیں اور جن سے علماء کو دھوکا ہوا ہے کہ خلافت نبوۃ اور امامت سوائے قریش کے دوسری قوم میں نہیں ہو سکتی حالانکہ اس کا رد خود نصوص قرآنیہ میں موجود ہے قال اللہ تعالیٰ حکایتاً عن ابراھیم - قال ومن ذریتی قال لا ینال عھدی الظالمین وغیر ذالک من الآیات۔ حضر ضاً جبکہ یہ لحاظ بھی کیا جاوے کہ صیغہ جمع سالم الظالمین میں الف لام بھی موجود ہے جو واسطے استغراق کے ہوتا ہے اور اشارہ ہے اس طرف کہ کسی وقت ذریۃ ابراھیم سب ظالم ہو جاویں گی پھر وہ عہد امامت اور خلافت سے معزول کیے جاویں گے۔

حدیث اول

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الناس تبع لقریش فی ھذا الشان مسلمھم تبع لمسلمھم وکافرھم تبع لکافرھم متفق علیہ اس حدیث سے قریش کا صرف متبوع ہونا پایا جاتا ہے خواہ اسلام میں متبوع ہوں یا کفر میں متبوع ہوں اصل بات یہ ہے کہ زمانہ بعثت خاتم النبیین صلعم میں تمام عرب منتظر تھا کہ اگر قریش اسلام میں داخل ہوں گے تو ہم بھی اسلام لے آویں گے اور اگر قریش ایمان نہ لائے تو ہم بھی اسلام کے قبول کرنے میں معذور ہیں کیونکہ عرب میں خاندان قریش ہی ایک بڑا معزز خاندان تھا لہٰذا تمام عرب کو اسلام لانے میں عدم اور وجود انہیں کا انتظار رہتا - اسی مضمون کے قریب قریب ایک مثل مشہور ہے کہ ؎

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان فرمائی چنانچہ بموجب مضمون حدیث مذکورہ کے واقع بھی ہوا کہ جب فتح مکہ میں قریش مسلمان ہو گئے تو تمام عرب جماعت در جماعت مسلمان ہو گیا جبکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نصر میں بعبارۃ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا

بیان فرمایا ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خلافت اور امامت خاندان قریش ہی میں منحصر ہے صرف اُن کا متبوع ہونا حتی کہ بعض کا کفر میں بھی متبوع ہونا بیان کیا گیا ہے جیسا کہ ہم نے بھی ان کا متبوع ہونا تفسیر سورہ قریش میں بیان کیا

حدیث دوم

عن ابن عمر ان النبی صلعم قال لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی منھم اثنان متفق علیہ۔ یہ حدیث البتہ علماء کے لیے مزلۃ الاقدام ہو گئی ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث دو حال سے خالی نہیں یا تو خبر بمعنی انشاء کے ہے یا خبر ہے آیندہ کے لیے بطور پیشین گوئی کے اور پھر ھذا الامر سے مراد یا تو خلافت اور سلطنت ہے اور یا امامت روحانی مراد ہے اس صورت میں چار احتمال عقلی ہو سکتے ہیں

اوّل تو یہ کہ جملہ خبریہ اس میں بمعنی انشاء یعنی امر کے ہے اور ھذا الامر سے مراد خلافت اور سلطنت ہو۔ یہ احتمال بالکل غلط ہے کیونکہ خلافت اور سلطنت کسی کے اختیار میں ہی نہیں ہے جو قریش ہی میں سے ہمیشہ لوگ خلیفہ اور سلطان بناتے رہیں قال اللہ تعالی تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء الآیہ وغیر ذالک من الآیات یعنی کہہ تو یا اللہ مالک ملک کے تو ہی جسکو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

احتمال دوم۔ اس حدیث میں خبر تو بمعنی انشاء ہی کے ہو اور ھذا الامر سے مراد امامت روحانی کلی ہو۔ یہ احتمال بھی غلط ہے کیونکہ یہ بھی کسی کے اختیار میں نہیں کہ قریش ہی میں سے کسیکو امام روحانی تمام دنیا کا کلی طور پر گردانا جاوے فرمایا اللہ تعالی نے واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اللہ ہی خوب دانا تر ہے جو انکی رسالت کا محل ہوتا ہے ایضاً فرمایا اللہ تعالی نے قل ربی اعلم من جاء بالھدی ومن ھو فی ضلال مبین کہہ تو میرا پروردگار ہی دانا تر ہے اسکا جو ہدایت کو لایا ہے اور جو شخص کہ گمراہی کھلی ہوئی میں ہے۔

احتمال سوم جملہ خبریہ اپنے اصلی معنی پر ہی ہو یعنی پیشین گوئی ہو اور ھذا الامر سے مراد خلافت اور سلطنت ہو سو یہ بھی احتمال غلط ہے کیونکہ صدہا برس کی مدت گذر چکی ہے جو خلافت اور سلطنت قریش کی باقی نہیں رہی اور علاوہ یہ کہ دوسری حدیثیں بھی اس کے مخالف موجود ہیں و یسلب الملک من قریش وغیرہ قریش سے ملک چھین لیا جاوے گا۔

احتمال چہارم۔ یہ کہ خبر بطور پیشین گوئی کے ہو اور ھذا الامر سے مراد امامت روحانی کلی طور پر ہووے کہ کل اُمت کو انکی اطاعت واجب اور ضروری مانی جاوے تو یہ احتمال بھی واقع کے خلاف ہے کیونکہ خاندان قریش سے صدہا لوگ مثلاً اس صدی میں موجود ہیں لیکن اس قرن میں کسی قریشی کی امامت روحانی کلی طور پر نہیں پائی جاتی جس کی اطاعت کل دنیا پر واجب ہو اور نہ کوئی قریش کا فرد اس دعوی کا مدعی پایا جاتا ہے بجز ایک امام مہدی خیالی اہل تشیع کے جو وہ بھی علی الاعلان مدعی نہیں ہیں بلکہ مخفی طور پر کسی غار میں بخیال فرقہ شیعہ چھپے بیٹھے ہوئے ہیں جس کا کوئی نتیجہ اسلام کے واسطے حاصل نہیں ہے باوجودیکہ رحلۃ الشتاء والصیف کے عوض میں اب ہر وقت سامان ڈاک خانہ اور ٹیلیگراف کا اور اسباب سفر مشارق و مغارب کا واسطے اشاعت دین اسلام کے مہیا اور موجود ہیں جبکہ یہ حدیث بلحاظ ہر چہار احتمال کے خلاف واقع ثابت ہو گئی لہذا علماء حدیث پر واجب ہوا کہ اس کے وہ معنی کیے جاویں جو صحیح ہو دیں اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں مراد ھذا الامر سے خلافت اور سلطنت اسلامی ہے اور وہ مقید ہے اس قید کے ساتھ جو خود نبی کریم مخبر صادق نے دوسری حدیث صحیح میں اسکو مقید فرمایا ہے یعنی ما اقاموا الدین یعنی جب تک کہ دین کی اقامت کریں گے الفاظ حدیث کے یہ ہیں۔

حدیث سوم

عن معاویۃ قال سمعت رسول اللہ صلعم قال ان ھذا الامر فی قریش لا یعادیھم احد الا کبہ اللہ علی وجھہ ما اقاموا الدین رواہ البخاری اور یہ پیشین گوئی تھی جو ایک وقت میں پوری ہو چکی یعنی قریش جب تک اقامت دین کی بجا لاتے خلافت اور سلطنت بھی اُن میں موجود رہی اور جب اُنھوں نے دین کی اقامت کو ترک کر دیا تو خلافت اسلامی بھی اُن میں باقی نہ رہی لہذا ثابت ہوا کہ اس قسم کی احادیث جو فضائل قریش میں آئی ہیں کہ وہ ایک زمانہ خاص کے لیے تھیں جس کی تقیید خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ما اقاموا الدین ارشاد فرما دی ہے

اور قاعدہ مسلمہ اہل علم اصول کا ہے کہ ہر ایک مطلق اپنے مقید پر محمول ہوا کرتا ہے پس جس حدیث میں الائمۃ من قریش آیا ہے وہ مقید ہے ساتھ قید ما اقاموا الدین کے۔

حدیث چہارم

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم الملک فی قریش والقضاء فی الانصار والاذان فی الحبشۃ والامانۃ فی الازد یعنی الیمن کذا فی المشکوۃ یہ حدیث بھی ایک اوائل زمانہ خاص کے لیے تھی ورنہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ کل زمانوں کے واسطے عام اور شامل ہے جس سے لازم آتا ہے کہ اس تیرہ سو سال میں سوائے قریش کے ملک اور سلطنت کسی دوسرے خاندان میں نہ پائی جاوے اور سوائے انصار کی اولاد کے عہدہ قضا بھی کسی میں نہ پایا جاوے اور سوائے اہالی حبش کے کوئی موذن نہ ہووے اور سوائے قبیلہ ازد کے کسی میں امانت موجود نہ ہو واللازم باطل فالملزوم مثلہ خلاصہ یہ ہے کہ یہ فضائل قریش کے اول تو صرف بلحاظ مناسبت وغیر مناسبت کے بیان ہوئے تھے لہذا مخصوص اوائل زمانہ کے لیے نہ کل زمانوں کے لیے ہاں فضیلت تقدم کی انکے لیے بالضرور حاصل ہے کہ الفضل للمتقدم لہذا اس فضیلت کے موجود ہونے سے اوائل قریش متبوع اور مقتدا ضرور ہو گئے اسیطرح پر جن حدیثوں میں الائمۃ من قریش کا مضمون ہے وہ بھی اوائل زمانہ سے متعلق ہیں نہ کل زمانوں سے ورنہ بموجب احتمالات اربعہ مذکورہ بالا کے یہ احادیث بھی غلط ہو جاویں گی و نعوذ باللہ منہ پس یہ بڑی غلطی ہے کہ ایسی حدیثوں کو کل زمانوں کے ساتھ متعلق

گیا جاوے اور پھر ایسے مفاسد اُس سے لازم آویں
کہ اُن کا کوئی جواب نہ ہو سکے اور پھر یہ سب
حدیثیں فاسد المعنی کر دیجاویں اور علاوہ یہ کہ
ان حدیثوں کو مسیح موعود سے کوئی بڑا
تعلق بھی نہیں ہے کیونکہ یہ مسیح موعود سلطنت
اور خلافت ظاہری کا مدعی نہیں ہے بلکہ
خلافت نبوۃ اور کل امامت روحانی کا مدعی
ہے اور مصداق ہے اور مصداق ہے لا
مہدی الا عیسیٰ بن مریم کا باقی
اسکی بحث خود حضرت امام الزمان نے تحفہ
گولڑویہ میں ایسی بیان فرمائی ہے کہ تمام
مخالفین پر اتمام حجت کر دیا ہے اور وہ نکات
وحقائق بیان فرمائے ہیں جو دلوں میں نکات
دلا ویز سمعت کے ہیں۔

نوٹ اور یہ علماء کی غلطی بعینہ ایسی غلطی ہے
جیسا کہ علماء اہل کتاب نبوۃ اور خلافت
کو بنی اسرائیل کے ساتھ ہی خاص چند
مدعیوں تورات کے مخصوص سمجھتے تھے
باوجودیکہ اسی وقت میں وہ نبوۃ اور
خلافت بنی اسماعیل میں آ گئی اور ان کا
یہ خیال غلط پر آمد ہوا۔ منہ

مکتوب امام آخر الزمان علیہ السلام

بنام چوہدری اللہ داد صاحب احمدی کلرک ضلع شاہ پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی

محبی اخویم منشی اللہ داد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا عنایت نامہ
پہونچا۔ یاد رہے کہ ہر ایک مومن کے لیے کسی حد
تک تکالیف اور ابتلا کا ہونا ضروری ہے اُنکو
صدق دل سے برداشت کرنا چاہیے اور
خدا تعالیٰ کی رحمت کا انتظار کرنا چاہیے۔ جو
شخص اس بات پر یقینی ایمان لاتا ہے کہ میرا خدا
ہے جو قادر اور کریم ورحیم وعلیم ہے اُسکو
اپنے ایمان کے موافق استقامت اور استقلال
دکھلانا چاہیے وہ خدا تو قادر ہے کہ ایک
دم میں مشکلات پیش آمدہ حل کر دے مگر بندہ
کی تربیت کے لیے جو اُس کے مصالح کی بنا پر
کسی حد تک اُس کا ابتلا چاہتے ہیں اُن
مصالح کو ترک کرنا حقیقی رحمت کے برخلاف
ہے۔ سو یقین رکھو کہ وہ خدا موجود ہے جو
ہر ایک مصیبت کو ایک دم میں دور کر سکتا ہے
اور وہ اس سے بےخبر نہیں ہے مگر اُس کی مصلحت
اور حقیقی رحمت یہ کام کر رہی ہے۔ اپنی
نمازوں میں اپنی ہی زبان میں اپنی مشکلات
کے لیے دعا کرتے رہو۔ قیام میں رکوع میں
سجود میں التحیات میں ہر موضع میں دعا کرو
یہ کوئی نیا امر نہیں ہے سنت اللہ ہے۔
جس مومن سے خدا پیار کرتا ہے اُسکو
کسی قدر ابتلا کا مزہ بھی چکھاتا ہے تا اُس کی
آنکھ کھلے اور وہ سمجھے کہ دنیا کیا چیز ہے اور
کس قدر تلخیوں کی جگہ ہے سو ضرور ہے کہ
کسی قدر یہ تلخیاں بھی چکھیں اور در حقیقت کوئی
تلخی نہیں ہے صرف ایمان کا قصور تلخی ہے صدق
سے اپنے تئیں خدا کے حوالہ کرو۔ اور یقین کو
سمجھو کہ وہ اُن لوگوں کو ضائع نہیں کرتا جو
اُس کے ہو جاتے ہیں۔ سچی توبہ کرو اور گناہوں
سے اپنی نمازوں میں خدا سے معافی چاہو تا وہ
رحم کرے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں کوئی اس
دروازہ کی راہ سے نہیں آتا۔ جبکہ یہ سب
کچھ دیکھنا نہیں پڑتا بلکہ اس سے زیادہ
خدا طاقت بخشے۔

چند روزہ دنیا ہے۔ مخلوق طاعون سے
مر رہی ہے ہمت سے اپنا صدق دکھلا دیں
امتحان کے وقت اس بات میں خوبی نہیں
کہ بہت جزع فزع کر کے مخلصی چاہیں بلکہ اس
میں خوبی ہے کہ ایسے موقعہ پر استقلال دکھلایا
جاوے۔ والسلام ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء

مکتوب حضرت حکیم الامۃ

بنام چوہدری اللہ داد صاحب کلرک

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی

مکرم منشی اللہ داد کلرک۔ السلام علیکم و
رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عزیز اسد دین کو اب میں
خط نہ لکھوں گا۔ کیونکہ اس نے اول تو میرے
خط کا جواب نہیں دیا۔ دوم اُس نے ادنیٰ تعلقات
کو ہمارے ملنے پر ترجیح دی۔ سوم اُسکو معلوم
ہو چکا ہے کہ میرے بالینگ اسد دین سے زیادہ
میرے اخراجات ہیں۔ کس طرح وطن کو ترک
کر دیا ہے۔ چہارم اب اُس نے سابقین میں
داخل ہو کر اپنے آپ کو پیچھے کر دیا۔ اچھا وہ آخر
ہمارے ساتھ ہوگا۔ الحمد ضرور ہو کر رہیگا
الا افسوس کہ گرا پیچھے گرا۔ اگر اُسکی کوئی بدی
اُسکے پیش آتی تو اس ابتلا میں ہی آتا
گو انجام اُس کا انشاء اللہ تعالیٰ اچھا ہوگا۔
ہر ایک مومن کو ضرور ہے کہ استغفار کرے
اور سچی توبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے صلح کرے
اگر خدا تعالیٰ راضی ہو گیا تو پھر خلق کا کیا ڈر
باقی رہتا ہے۔ سب قسم کی تکالیف شامت
اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ یہ مسئلہ بہت لوگوں
سے مخفی ہے۔ مگر ہے سچا۔ میں بیمار تھا اسلیے
جواب میں تامل ہوا۔ والسلام
۸ مئی ۱۹۰۳ء

تذکرۃ الشہادتین

ہماری قوم خاص توجہ فرمائے

یہ کتاب حضرت اقدس علیہ السلام نے مولوی عبد اللطیف
شہید رضی اللہ عنہ کے دردناک واقعہ شہادت
اور اُن کے شاگرد عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کے
دلگداز سانحہ شہادت کے ذکر میں لکھی ہے۔ ایسی
مؤثر اور تزکیہ باطن کی مخصوص طاقت اپنے اندر
رکھنے والی کتاب ہم نے نہیں دیکھی۔ اسمیں حضرت
اقدس نے اپنے دعویٰ اور دلائل کو خاص طرز
سے بیان کیا اور مخالفین پر خدا تعالیٰ کی حجت
پوری کر دی ہے۔ اور اس کتاب میں اپنی جماعت
کو مفید اور کار آمد ہدایتیں فرمائی ہیں۔
اگرچہ میگزین میں اردو حصہ اس کا شائع ہوگا
مگر اس کے ساتھ عربی حصہ جو کتاب کی صورت
میں اڑھائی جزو کے اندر لکھا گیا ہے وہ اسی کتاب
اور علیحدہ کتاب کی صورت میں مل سکتا ہے
یہ عربی حصہ ہر ایک احمدی بھائی کے پاس ہونا
از بس ضروری ہے اسلیے حضرت نے عربی تحریر
میں اعجازی طاقت کا ثبوت دیا ہے اور میں بصیرت
سے اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے اعجازی قوت اور
شوکت میں حضرت اقدس کی پہلی عربی تصانیف
سے اسے بڑھ کر پایا ہے۔ اس میں علامات المقربین
کے نام سے ایک حصہ ہے جس میں عجیب حقائق
ومعارف ہیں اور ہر ایک احمدی کو اُنپر مطلع ہونا
بڑا ضروری ہے۔ یہ کتاب باہتمام حکیم فضل
الدین صاحب کے چھپوائی گئی ہے اور حضرت
نے قیمت مقرر کی ہے مگر دس جلد کے خریدار کو
۵ روپیہ دیں گے میں نے خود سنا ہے حضرت اقدس
بڑی آرزو سے بار بار فرماتے ہیں کہ اسکی
اشاعت آشنا و بیگانہ میں بکثرت ہونی چاہیے
اسکی تدبیر یہی ہے کہ ہر ایک باوسعت احمدی
اپنی استطاعت کے موافق چند جلدیں خرید کر

دار الامان کا ہفتہ

۱- اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۴ دسمبر ۱۹۰۲ء کو گورداسپور تشریف لے گئے اور ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کی شام کو خیریت کے ساتھ واپس دار الامان تشریف لے آئے۔ اعلیٰ حضرت اور خاندان رسالت کے تمام ممبر اس وقت خدا کے فضل و کرم سے خوش و خرم ہیں۔

صاحبزادہ مبارک احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد اور حضرت ام المومنین علیہا السلام کی طبیعت جو پچھلے دنوں ناساز تھی خدا کا شکر ہے کہ اب بالکل اچھی ہے۔

۲- بندگان ملت حضرت حکیم الامۃ اور مولانا مولوی عبد الکریم صاحب اور حضرت فاضل امروہی بھی خیریت سے ہیں۔ فاضل امروہی کا نیا رسالہ القرآن فی جواب البرہان کاتب لکھ رہا ہے۔

۳- .... اعلیٰ حضرت کی ایک اعجازی تحریر چند صفحوں پر لکھی گئی ہے۔ اسکی اشاعت پر انشاء اللہ العزیز الحکم میں اسکا ترجمہ بھی چھاپا جائے گا۔ اور ایسا ہی علامات المقربین کا ترجمہ بھی یکے بعد دیگرے دیا جاوے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۴- تعلیم الاسلام کالج کے حصہ پرائمری اور مڈل جماعتوں کا سالانہ امتحان ہو رہا ہے جو ... کے سالانہ امتحان میں شریک نہ ہونگے۔ انٹرنس کے امتحان میں ۸ اور امتحان مڈل میں ۱۵ طالب علم شریک ہونگے۔

۵- صاحبزادہ صاحب کا سراج الحق جو نئی تحقیقات وفات مسیح پر مدلل طیار ہو رہا ہے لکھنے والے جلد ہیں۔ وہ چند روز میں پہلے شائع ہوگا قیمت اور علاوہ محصول ڈاک دوسرے رسالوں سے کم رکھا جائے گا۔

۶- ایام کرسمس کی تعطیلات کے قریب آنیکی وجہ سے مہمان آ رہے ہیں۔

ناظرین الحکم اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کو مبارک ہو

دار الامان میں ۲۰ دسمبر ۱۹۰۲ء کو عید ہوئی۔ عید کی نماز مسجد اقصیٰ میں ادا ہوئی۔ بعد نماز حسب معمول حضرت حکیم الامۃ نے ایک پر اثر خطبہ یسئلونک عن الاھلۃ رکوع پر پڑھا۔ جسکو ہم دوسرے وقت انشاء اللہ درج کرینگے۔ خطبہ کے اختتام پر آپ نے حاضرین کو بالمشافہ اور غائبین کو بالواسطہ سلسلہ عالیہ کی ضرورتوں پر توجہ دلائی۔ جو اس خطبہ کے ساتھ ہی ہم شائع کرینگے کیونکہ وہ خطبہ ہی کا انتہائی جزو ہے۔

تعلیم الاسلام کالج اور عید فنڈ

اعلیحضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد عالی کے بعد جو مدرسہ کی حالت اور اسکی ضرورتوں پر قوم کو توجہ دلانے کے لیے تذکرۃ الشہادتین۔ الحکم۔ میگزین۔ البدر کے علاوہ الگ اشتہارات کے ذریعہ شائع ہو چکا ہے کسی دوسری تحریک یا تحریر کی ضرورت نہیں۔ اور اپنے سید و مولےٰ محبوب و آقا مسیح موعود کی ہر صدا پر لبیک کہنے والی قوم کو مزید تاکید کی حاجت نہیں رہی۔ صرف بطور یاد دہانی اتنا لکھا جاتا ہے کہ مدرسہ کی مالی حالت کی اصلاح اور اسکی ضرورتوں کی تکمیل کیلیے عید فنڈ کی جو تجویز کئی سال سے عملی طور پر چلی آتی ہے ہر قصبہ قریہ اور شہر کی جماعت پوری مستعدی اور سعی سے اس فنڈ کو جمع کر کے بہت جلد بھیجے۔ مدرسہ کے متعلق جسقدر روپیہ ہو وہ براہ راست عالیجناب خان صاحب محمد علیخان ڈائرکٹر تعلیم الاسلام کالج قادیان کے نام پر آنا چاہیے۔

آمین

عالیجناب خان صاحب نواب محمد علیخان صاحب ڈائرکٹر تعلیم الاسلام کالج کے صاحبزادگان کے ختم قرآن شریف کی تقریب پر ۲۱ دسمبر ۱۹۰۲ء عید کے روز بعد نماز مغرب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالی میں بغرض دعا پیش کیا گیا ہے۔ جسکو عام اصطلاح میں آمین کی تقریب کہتے ہیں۔ حضرت اقدس نے دعا کیلیے ہاتھ اٹھائے اور کل حاضرین نے آپکے ساتھ ملکر دعا کی۔ ہم اپنے محسن و مخدوم نواب صاحب کو اس مبارک تقریب پر مبارکباد دیتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ حضرت حجۃ اللہ کی وہ دعائیں جو آپ نے اس تقریب پر کی ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرماکر ہم سبکو ان کے ثمرات سے بہرہ ور کرے۔

آمین

مراسلت

بسکہ بطرح طائر مضطرب ہوا پٹ پٹ
کھولا جو داستان دل بیقرار کی

مکرمی شیخ صاحب۔ السلام علیکم۔ گو میں ہر قابل نہیں کہ کسی معاملہ پر قلم اٹھا سکوں مگر یہ فیض خدا کے فضل اور اسکے پیارے حبیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید المعصومین والاولین کی اطاعت نیز امام وقت کی شناخت کا ہی نتیجہ ہے کہ ہر ایک امکانی امر کی حقیقت اور اصلیت سے بخوبی اطلاع رکھتا ہوں خدا نہ کرے کہ میں ابیات کو اپنا فخر سمجھوں۔ میں ابیات کا اظہار کبھی بھی پسند نہ کرتا مگر آج ایک خاص وجہ سے جس نے میرے دلکو بیقرار کر دیا ہے خاموش نہیں رہا جاتا

میں آجکل کی بیہودہ تصانیف وغیرہ کو جب دیکھتا ہوں تو اسلام کی موجودہ حالت پر رونا آجاتا ہے اور ساتھ ہی دل میں یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کیا اسلام کا یہ حال تھا یا ان کے اراکین اور قابل قدر خدام کا یہی شیوہ تھا کہ ایک دوسرے کے برخلاف کوئی کتاب یا رسالہ لکھ یا یا یہ کہ کسی عالی خاندان مکان کو مدنظر رکھکر ناول نویسی شروع کردی ہو میں سچ کہتا ہوں کہ اسلام کو جس قدر (نصیب اعدا) ضعف پہونچا ہے وہ آزادی اور مغربی تعلیم سے اور اسکی ہی تقلید سے پہونچا ہے میں فن تصنیف اور مغربی روشنی کو برا تو نہیں کہتا مگر اس کے ناجائز استعمال کو بہت برا سمجھتا ہوں بلکہ میری تو یہ رائے ہے کہ غیر مفید تصانیف کا سلسلہ بہت جلد ٹوٹ جانا چاہیے ورنہ ریویو کنندگان کے لیے یہ ایک ضروری اور لازمی امر ہے کہ ریویو کرتے وقت ریویو کی اصل فلاسفی کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا کریں اگر مصنف کے بخیال بھونے کا ہی نام ریویو ہے تو معلوم نہیں کہ وہ کونسا معیار ہو جس سے کسی چیز کا حسن و قبح معلوم ہو سکے۔ میں اخبار مخبر دکن۔ دبدبہ سکندری اور مخبر عالم پر از حد افسوس کرتا ہوں کہ انھوں نے کسی لاہوری شیعہ کی کتاب غایت المقصود نہ تو یہ غایت المقصود پر ریویو کرتے ہوئے

یہ بھی نہ سوچا کہ ہمارا اور مصنف کتاب ہذا کا عقیدہ ایک ہے اگر ایک نہیں تو غیر مذہب کے خیالات اور اعتراضات کی کیوں داد نہیں دی جاتی۔

میں زمانہ حال کے فرضی اور نمائشی ریفارمروں کو اچھی طرح جانتا ہوں مجھے تو یہاں تک امید ہے کہ آج اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوتے تو یہ لوگ اُن پر بھی اعتراض کرنے سے ہرگز نہ چوکتے بہتر تو یہ تھا کہ اس پرفتن زمانہ میں دوسرے تمام مشاغل کو ایک دم ترک کیا جاتا اور مذہب عیسوی (جو اسلام کا بڑا بھاری دشمن ہے) کی بیخ کنی کے لیے تمام کوششیں اور طاقتیں خرچ کی جاتیں مگر اس طرف کسی نے بھی رُخ نہیں کیا اگر کیا بھی ہے تو جو اصل پہلو تھا اسکو لیا ہی نہیں گیا اگر اور الزامی جوابوں کے بجائے صرف مسیح کی وفات کو ہی لیا جاتا تو مذہب عیسوی مدت کا مٹ چکا ہوتا اتنا تو مخالفین بھی جانتے ہوں گے کہ عیسائی مذہب کی اگر کچھ بنا ہے تو وہ کفارہ اور مسیح کی حیات مزعومہ ہی ہے جب بنا ہی دھم سے گرا دی جائے تو پھر وہی بتائیں کہ باقی کیا رہ جاتا ہے۔ یہ عیسائی مذہب کی خوش قسمتی ہے کہ اسکو جس قدر فروغ ہوا ہے وہ مولویوں کے ہی دم سے ہوا ہے۔ افسوس کہ ان مولویوں کی بیجا حسن ظنی اور نیم عیسائیت نے انکو اتنا بھی نہ سوچنے دیا کہ مسیح کو زندہ سمجھنے سے اپنی ہی ناک کٹے گی واہ مولوی صاحبان کچھ شرم کرنی چاہیے بھلا جب نصاریٰ اور تم دونوں مسئلہ حیات مسیح میں متفق اور یک جہت ہو تو انکی ہر ایک بات کی قرآن شریف نے کیوں تردید کی ہے اور وہ کونسی وجہ ہے جس سے انکو قرآن میں ہی ضالین کہا گیا ہے اُن کے کسی قول کو تو اتفاق کیا ہوتا میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ مجھے ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا جو ان سوالات کا جواب دے سکے ہاں عقل کسی کو دھکا دے بھی دے تو تعجب نہیں مثلاً ایڈیٹر البرہان جو ابھی نو آموز معلوم ہوتے ہیں اور جو خارج از بحث باتوں کو درمیان میں لانے کے بڑے مشتاق ہیں بظاہر تو رسالہ البرہان کی کوئی ضرورت نہیں ہاں اگر یونہی شوق غالب ہو گیا ہے تو یہ ایک الگ بات ہے اگر سوچا جائے تو مخالفین کو حسد اور خواہ مخواہ کے عناد نے بالکل اندھا کر دیا ہے کہ کاش وہ اتنا ہی سوچیں کہ جب ہم اور حضرت اقدس جناب مرزا صاحب نماز وغیرہ اصولی ارکان میں یکساں بلکہ جیسی ان میں وہ ہم سے زیادہ پابند ہیں تو پھر ہمارا جھگڑا فضول بلکہ لغو اور بیکار ہے البتہ دعوے کی نسبت الجھتے رہیں وہ بھی اگر طالب حق ہوں تو کوئی مشکل نہیں۔

مجھے ایڈیٹر البرہان کی لیاقت اور قابلیت پر افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ عسل مصفی کا تذکرہ کرتے وقت انکو کیوں کچھ شرم نہ آئی۔ اتنی بڑی کتاب سے صرف ایک ہی بات کو لینا ثابت کرتا ہے کہ وہ باقی کل کتاب کو صحیح مانتے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب اصل میں ہیں بھولے بھالے انکو اتنی سمجھ کہاں جو تدبر سے کام لیتے انکے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت اقدس کے دعاوی سے بالکل بے خبر ہیں اگر کچھ بھی خبر رکھتے تو فوراً سمجھ جاتے کہ عسل مصفی اور تحفہ گولڑویہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ کوتہ بینوں کے سمجھانے اور الگ الگ دعاوی کے متعلق رکھتا ہے ایڈیٹر صاحب نے اس بات پر بڑا ہی زور لگایا ہے کہ مہدی قریش سے ہوگا مگر بیفائدہ جب انھیں اُسکا حسنی یا حسینی ہی ہونا معلوم نہیں تو پھر ایسی حالت میں انکی مشکوک تحریر کیا وقعت رکھ سکتی ہے اگر ایڈیٹر صاحب قرآن اور احادیث صحیحہ سے فیصلہ چاہتے تو کبھی بھی اہل تشیع کے اثر سے متاثر نہ ہوتے۔ سچ تو یہ ہے کہ مخالفین جس قدر ٹھوکریں کھاتے ہیں وہ عدم تفکر اور قرآن کریم کو ہاتھ سے چھوڑ دینے کی وجہ سے ہی کھاتے ہیں مجھے ایڈیٹر صاحب پر بار بار افسوس آتا ہے کہ وہ قریش کی شرط اور قید پر کیوں اڑے ہوئے ہیں حالانکہ قرآن شریف میں شرط کہیں بھی نظر نہیں آتی ایڈیٹر صاحب نے زیادہ ثبوت کے لیے حدیث الائمۃ من قریش کو بھی پیش کیا ہے اگر اس حدیث کے وہی معنی کیے جائیں جو ایڈیٹر صاحب نے کیے ہیں تو پھر ضرور ماننا پڑے گا کہ ائمہ جس قدر بخاری اور مسلم وغیرہ امام گذرے ہیں وہ سب قریش ہی سے تھے علاوہ ایڈیٹر صاحب یہ استعداد اور پھر مقابلہ کچھ تو سوچا ہوتا اگر امامت اور خلافت کے لیے قریش سے ہونا ضروری ہے تو کیا حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قریش سے تھے اگر فی الواقع وہ قریش سے تھے تو سورہ جمعہ کی آیت اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کہ جس کا مصداق ایک فارسی شخص قرار دیا گیا ہے اُسے کیوں چھپایا جاتا ہے اور پھر تعجب یہ کہ ان کا زمانہ قرب نبوۃ اور تابعین کا زمانہ تھا کیا انھوں نے وہ زمانہ پایا جس دین کا ثریا پر چلا جانا بتایا گیا تھا مگر نہیں ہمارے علماء احناف نے یہ سخت غلطی کی ہے کہ انکو اس پیشگوئی کا مصداق گردانا ہے۔ ایڈیٹر البرہان کو چاہیے کہ میرے ان سوالوں پر کوئی فتویٰ اور غیر خیال نہ فرمائیں کیونکہ میں آئمہ اربعہ کی فضیلت کا صدق دل سے قائل ہوں۔ ورنہ ان کا اختیار ہے ایک نہیں وہ سیکڑوں رسالے نکالیں۔

بھلا وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں بلکہ میں تو اس سلسلہ عالیہ کو شعر مندرجہ ذیل کا پورا مصداق پا رہا ہوں۔ شعر

فکر کیا مجکو بلا سے ہے زمانہ برخلاف
ہے بڑے سامان میں بیڑا خدا میری لیے

ہاں اگر میدان بازی کا کچھ حوصلہ رکھتے ہوں تو اپنے فرضی مسیح کی حیات موہومہ کو ثابت کریں ورنہ مجدد اور مسیح موعود کے پیش کردہ دلائل اور انکو مسیح موعود ماننے میں کیا عذر ہے

برادرم شیخ صاحب میں ایڈیٹر البرہان کی کن کن غلطیوں کا اظہار کروں ابھی پہلا ہی نمبر نکلا ہے جس میں بہت سی ٹھوکریں کھا چکے ہیں۔ خاصکر مہدی کو قریش سے ثابت کرتے وقت ایک ایسی غلطی کی ہے جسکو امید ہے کہ ناظرین البرہان بھی فوراً تاڑ گئے ہوں گے۔

آپ لکھتے ہیں کہ "یہ امر بالاتفاق ثابت ہے کہ مہدی موعود امام ہوں گے (اس سے تو ہمیں بھی انکار نہیں کیونکہ ہم حضرت اقدس کو امام ہی مانتے ہیں اور انکا دعویٰ بھی یہی ہے) چنانچہ بخاری و مسلم کی روایت اماماً منکم سے بھی ظاہر ہے" دیکھا حق کی مخالفت کا نتیجہ ایک تو ناحق خلق اللہ کو مغالطہ میں ڈالا دوسرا خود بھی ایک ایسی صریح غلطی کے مرتکب ہوئے جسکی یادداشت غالباً ان سے پوشیدہ نہ ہوگی اللہ اللہ بخاری اور مسلم ایسی صحیح کتابیں جو کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب مانی گئی ہیں آج انکی بھی اصلاح کی جا رہی ہے اگر مولوی کفایت اللہ صاحب ایڈیٹر البرہان کا دم سلامت رہا تو ابھی بہت سی مستند کتابوں کو زخمی کریں گے۔ یہ کتنے بڑے افسوس کی بات ہے کہ اصل اور پوری حدیث کو درج کرنے کے بجائے اُس کا آخری حصہ صرف اماماً منکم درج کیا ہے باوجودیکہ اصل اور پوری حدیث یوں ہے کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔ اب ان سے کوئی یہ تو پوچھے کہ مہدی کا اس حدیث سے تعلق ہی کیا ہے۔ یہ بھی نہیں سوچا کہ شروع حدیث میں جس کا ذکر ہوگا وہی امام ہوگا منکم سے تو یہ مراد ہے کہ ابن مریم جو تم میں نازل ہوگا (وہ کوئی غیر یعنی بنی اسرائیل سے نہیں) بلکہ وہ تم ہی میں سے ہوگا اور وہی تمہارا امام ہوگا۔ مجھے ایڈیٹر البرہان کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مہدی کے فر

ہیں مگر اصول تلاش سے ابھی تک نا واقف ہی نظر آتے ہیں اگر درحقیقت ہمیں کچھ شرح ہے تو دارقطنی کی حدیث ان لمہدینا آیتین لم تکونا الخ کو غور سے پڑھیں اور نتیجہ سے اطلاع دیں میں یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ یہ ایک صحیح حدیث ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی مہدی ہوں گے مگر سچے مہدی کی یہ علامت ہے کہ اس کے دعوے کے وقت چاند اور سورج اپنی اپنی مقررہ تاریخوں میں گرہنے جائیں گے اور یہ واقعہ ماہ رمضان میں ہوگا سو ایسا ہی ظہور میں آیا اب بھی اگر کوئی انکار کرے تو اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ پیشگوئی مہدی کی پیدائش سے تعلق رکھتی ہے تو معترض کے لیے یہ جاہلانہ اعتراض کسی طرح بھی مفید نہیں ہو سکتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوقات کا پہلے ہی فیصلہ فرما دیا ہے کہ کسی کے پیدا ہونے اور مرنے کے ساتھ اس کا کچھ بھی تعلق نہیں فقط

خاکسار محمد حسین مسافر احمدی

رؤیا حضرۃ اقدس ؑ

میں ایک قبر پر بیٹھا ہوں۔ صاحب قبر میرے سامنے بیٹھا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ آج بہت سی دعائیں امور خیر وغیرہ کے متعلق مانگ لوں اور یہ شخص آمین کہتا جائے آخر میں نے دعائیں مانگنی شروع کیں جن میں سے بعض دعائیں یاد ہیں اور بعض بھول گئیں۔ ہر ایک دعا پر وہ شخص بڑے شرح صدر سے آمین کہتا تھا۔ ایک دعا یہ ہے کہ الٰہی میرے سلسلہ کو ترقی ہو اور تیری نصرۃ اور تائید اس کے شامل حال ہو اور بعض دعائیں اپنے دوستوں کے حق میں کیں اتنے میں خیال آیا یہ دعا بھی مانگ لوں کہ میری عمر ۹۵ سال ہو جاوے میں نے دعا کی اس نے آمین نہ کہی میں نے وجہ پوچھی وہ خاموش رہا پھر میں نے اس سے سخت تکرار اور اصرار شروع کیا یہاں تک کہ اس سے ہاتھا پائی کرتا تھا بہت عرصہ کے بعد اس نے کہا اچھا دعا کرو میں آمین کہوں گا چنانچہ میں نے دعا کی کہ الٰہی میری عمر ۹۵ برس کی ہو جاوے اس نے آمین کہی میں نے اس سے کہا کہ ہر ایک دعا پر تو شرح صدر سے آمین کہتا تھا اس دعا پر کیا ہو گیا اس نے ایک دفتر عذروں کا بیان کیا کہ یہ وجہ تھی فلاں وجہ تھی جو میرے ذہن سے جاتا رہا مگر مفہوم بعض عذروں کا یہ تھا کہ گویا وہ کہتا ہے کہ جب ہم کسی امر کی نسبت آمین کہتے ہیں تو ہماری ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔

الہامات و رؤیا

شب درمیان ۱۷-۱۸ دسمبر ۱۹۰۳ء

کل کہ ذاہب۔ اکمل اللہ کل مقصدی۔ کل امری کمل۔ انی مع الرسول اقوم۔ وافصل کوارم۔ انت معی وانا معک۔

خواب

ہمارے مکان کے متصل ایک بڑا چبوترہ ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس جگہ ایک لمبا دالان مہمانوں کے واسطے بنایا جائے پھر ہم نے دعا کی کہ بن جاوے۔

(نوٹ) یہ الہامات گورداسپور ہوئے۔ ایضاً

۱۸-۱۹ دسمبر ۱۹۰۳ء

وکبر عند اللہ موت ھذا الرجل۔

خواب

میں دیکھا کوئی کہتا ہے کہ زلزلہ کا دھکا۔ مگر ہم نے نہ مکان ملتا دیکھا اور نہ کچھ گرتا دیکھا اور نہ زلزلہ کو محسوس کیا پھر الہام ہوا

ان اللہ لا یمس۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ ترے نصراً من عند اللہ وھم یعمھون۔

(نوٹ) یہ الہامات بھی گورداسپور ہوئے الیضاً

رمضان شریف

کی ۲۷ رشب کو جس پر لیلۃ القدر کا گمان کیا جاتا ہے حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بمقام گورداسپور اپنی جماعت کے موجود اور غیر موجود خدام کے لیے عام طور پر دعائیں کیں جو موجود تھے یا جن کے نام یاد آگئے انکا نام لیکر اور کل جماعت کے لیے عام طور پر دعا کی جس پر الہام ہوا۔

فبشرٰی للمومنین

(ایڈیٹر) اللھم اجعلنا من المومنین (آمین)

۵ دسمبر ۱۹۰۳ء

۱- واللہ مخرج ما کنتم تکتمون ۲- ملاء وانوار ۳- بستر عیش ۴- خوش باش کہ عاقبت نکو خواہد بود

نومبر کے آخری لفظ ہیں

۱- ہماری فتح ہمارا غلبہ ۲- ظفر من اللہ وفتح مبین ۳- ظفر وفتح من اللہ

رسول صلی اللہ علیہ وسلم چاہ گزین ہوئے قلعہ ہند میں۔

ہماری رائے کی وقعت

قادیان کی ڈاک کا انتظام

الحکم کی تحریک کی خاطر خواہ برکت آخر آمد زیر ... (ایڈیٹر)

اس عنوان کے تحت میں ہم آج اپنے ناظرین کو ایک فرحت بخش خبر سنانا چاہتے ہیں۔ اگرچہ عنوان کے الفاظ بعض نظروں میں فخر کا رنگ لیے ہوئے نظر آئیں لیکن انما الاعمال بالنیات ہم محض اس لیے یہ مضمون لکھتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اپنے عزیز الحکم کی رائے کی وقعت کا اندازہ ہو سکے اور وہ معلوم کر لیں کہ حکام والاجاہ اور ضروری نوٹس لیتے ہیں ناظرین الحکم کو بخوبی علم ہے کہ پچھلے سال ہم نے محکمہ ریلوے کے اعلیٰ افسروں کو توجہ دلائی تھی کہ بٹالہ تک ایک لوکل ٹرین موجودہ ٹریفک کے علاوہ جاری ہونی چاہیے چنانچہ آخر اس تجویز پر پورا نوٹس لیا گیا اور تیسری ٹرین جاری ہو گئی جس کے لیے ہم افسران محکمہ ریل کے شکر گذار ہیں۔

دوسری تحریک ہم ایک عرصہ سے قادیان کی ڈاک کے اوقات روانگی اور رسیدگی کے متعلق کر رہے تھے چنانچہ جناب خلیفہ فضل حسین صاحب سپرنٹنڈنٹ پوسٹ آفس ڈویژن نے ہماری اس تحریر پر نوٹس لیکر خود قادیان میں آنے کی ہمکو اطلاع دی اور یہاں ہو کر انہوں نے ہم سے اس امر کے متعلق مفصل استصواب رائے کی اور امر کے سارے پہلوؤں پر غور کیا اور آخر ایک تجویز اس کے متعلق پی ایم جی کی خدمت میں روانہ کی جس پر ہمکو افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ بعض اعتراض کیے گئے لیکن چونکہ صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر نے اس تجویز کی اہمیت اور ضرورت کو خوب سمجھ لیا تھا اس لیے پر زور الفاظ میں اس تحریک کی تائید کرتے رہے اور آخر ان کی شبانہ روز محنت اور مستعدی سے اس تجویز میں کامیاب ہو گئے۔ چنانچہ یکم جنوری ۱۹۰۴ء سے قادیان میں ڈاک صبح کے ۷ بجے تقسیم ہوا کرے گی اور ساڑھے تین بجے یہاں سے روانہ ہوا کرے گی اسی دن چٹھیوں کا جواب جا سکا کرے گا اور آئندہ کے لیے سری گوبند پور کی ڈاک الگ کر دی گئی۔ ہم اس تجویز کے اجرا پر جناب خلیفہ صاحب کے شکر گذار ہیں۔ اور قادیان کی پبلک کی طرف سے خصوصیت کے ساتھ شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور بالآخر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ کے ایک ادنیٰ خادم

(تتمۂ آپ بیتی +)

سلسلہ کے لیے دیکھو گذشتہ اشاعت

اب دوسری بات یہ کہ ضرورت امام کی کس حد تک محسوس ہونے لگی سو اُسکے بارہ میں صرف اتنا کہدینا کافی ہے کہ اگر اُس کا وجود جو کوئی بیس برس سے قائم ہے وہ نہ ہوتا گویا دنیا غارت ہی ہو جاتی اور میرا کامل یقین یہ ہے کہ اسی کے مبارک وجود کے طفیل جو سراسر رحمت الٰہی کا مظہر ہے یہ دنیا قائم ہے اور بہت کچھ باتیں آئیندہ اس کے وجود باجود سے اسکو نصیب ہوتی ہیں اور انشاء اللہ عنقریب وہ ظاہر بھی ہو جاوینگی اگرچہ خاص طور سے اُسکا مشاہدہ کرنے والے کر بھی چکے ہیں فالحمد للہ رب العالمین۔

اب تیسری بات یہ ہے کہ اس عالیجناب امام کی صداقت پر زمینی اور آسمانی نشان کیا کیا ظاہر ہوئے تو اسکا جواب یہی ہے کہ اکثر وہ سب ظاہر ہوگئے جن کا حدیثوں میں ذکر ہوا ہے اور اکثر اکابر دین کا بھی اسی چودھویں صدی پر اُس کے ظہور فرمانے کا زمانہ کشفاً اور الہاماً ظاہر ہوگیا ہے اور یہ بھی اپنی تصنیفات میں اُس کا ذکر بھی کر چکے ہیں ان سب باتوں کے لیے ہمارے امام کی کتابیں بہت کافی ہیں خدا دیکھنے کی توفیق نصیب کرے تو پھر کسیطرح کا کوئی شک باقی نہ رہیگا۔

اب رہی چوتھی بات کہ امام وقت کیطرف سے جو ذکر ہیکا باعث کس قسم کے آثار وقوع پذیر ہوتے ہیں تو جواب میں یہ گذارش کافی ہوگی کہ عیاناً بیان آج کامل تین سال ہوئے جو قہر الٰہی کے آثار کل دنیا میں نمایاں ہو گئے ہیں مگر خاص کرکے ہند کا حال تو پوچھو ہی نہیں ابتدا تو طاعون سے ہوئی ہے مگر معلوم نہیں کہ کب تک ان قہر الٰہی کے نمونے جو وقتاً فوقتاً مخالف مغضوب قوموں کے لیے ہوئی جنکا ذکر خود اللہ جلشانہ کی کتاب پاک میں موجود ہے ظاہر ہوگئی ہیں اور پھر یہ نہیں کہ ایک وقت دیکھو طاعون کا حملہ باری باری سے کسطرح ہوتا ہے اور پھر یہ گو ہند سے نزول ہے اور بعد اسکے قحط کو دیکھو پچھلے سال اسقدر شدت نہ تھی جتنی اس سال میں ہے۔ خیر پنجاب پر مخفی نہیں جسکے بعد زلزلہ آیا پہلی مرتبہ تو چند ایک یہ خطر منظر تھا جو خیر گذری اور بنگالہ ضلع رین کلکتہ سے لے کے دارجلنگ پر ایکوقت شدت سے ہوا اور کچھ خفیف سا نقصان بھی ہوا مگر جانوں کی خیر گذری اور بعد اسکے بعض طور پر مختلف مقاموں پر کچھ حرکتیں ہلکی ہوتی آئیں مگر پچھلی دفعہ جو اس کا حادثہ ہوا جسکو ابھی چند مہینے گذرے کس قیامت کا ہوا کتنی جانیں تلف ہوئیں اور کتنی مقامات زمین کے اندر دھنس گئے۔ علی ہذا القیاس سیلاب کی بابت دیکھیں پہلے تو جب یہ چٹگام اور اُسکے اطراف میں آیا تو کچھ کم نقصان ہوا مگر بار ثانی جو پٹنہ ضلع بہار پر اسکی نوبت پہنچی تو کیا کچھ خرابی نہ ہوئی صدہا گاؤں غرقاب ہوگئے اور بیچارے ہزاروں چرند اور چار پائے ہلاک ہوگئے جسکا صحیح اندازہ ابتک نہیں ہوا اور کوئی شہر یہ پانچ میل کے اندر پانی دس سے بارہ فیٹ چڑھ آیا تھا غرض اندازہ ہو سکتا ہے کہ کیا کچھ نہ ہوا ہوگا۔ آتشزدگی کا حال تو کچھ پوچھو ہی نہیں کوئی ہفتہ شاید خالی نہیں جاتا اور جان و مال کی خرابی نہیں ہوتی اور یہ مسلسل تین سال سے میں تجربہ کر رہا ہوں۔ اب اخیر سال میں جو اکثر لوگوں میں یہ بھی مشہور تھا کہ قیامت آجائیگی وہ پہراں میں بعض قوموں کا تو یہ حال تھا کہ اس امر کو بالکل یقینی سمجھے ہوئے تھے جس سے ایک عجیب طرح کا خوف اُن پر مستولی تھا جس کا نتیجہ خود نظارہ کیا ہے لیکن علی العموم یہ خوف تھا کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہو کے رہیگا الا ماشاء اللہ غرض اس ایک بات کو بھی غور عمیق نظر سے دیکھو تو یہ کتنا بڑا نمونہ قہر الٰہی کا ثابت ہوتا ہے غرض آخر الامر اسی تاریخ کے قریب قریب بعض مقاموں پر ایسا سخت طوفان آیا کہ مکانوں کے اُڑ جانے کا خوف ہوگیا اور اکثر مکانوں کی چھت اُڑ بھی گئی یہ واقعہ مدراس کے قریب ناگپتن میں ہوا جو ایک بڑا بندر ہے اور سب اخباروں میں اسکا ذکر ہوا تھا اور بعض لوگوں کی زبانی جیسے یہ بھی سنا جو وہ مانتے تھے کہ جب یہ حادثہ شروع ہوا اور شدت ہوتی چلی تو ہمکو یہ یقین ہو گیا کہ بیشک قیامت ہی کے آثار ہیں اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کی صور ہے کسیکو باہر نکلنے کی طاقت نہ تھی اور صدہا بلکہ ہزارہا بڑے بڑے تناور درخت بیخ و بن سے اکھڑ کر گر گئے اور پختہ مکانات اور چھتیں گر گئے اور ہمکو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اب قیامت خیز حادثہ سے ضرور ہم ہلاک ہو جاوینگے اور فی الحقیقت اور کچھ تھوڑے سے وقت اگر یہ حادثہ اسی طرح قائم رہتا تو سارا ناگپتن نابود ہو جاتا مگر اللہ کا فضل کہ جلد وہ رفع ہو گیا اور ہمنے گویہ نئی زندگی پائی غرض یہ قرآن واقعات کا ذکر ہے جو اضطراری صورت رکھتے ہیں یعنی انسانی دخل کسی طرح کا انہیں نہیں اور اگر ان امور کی طرف خیال کرتے ہیں جنہیں فی الجملہ انسانی دخل ہوتا ہے اور جنکو اختیاری کے نام سے موسوم کرسکتے ہیں تو انکی حالت زیادہ وحشت خیز نظر آتی ہے بالخصوص تجارتی امور کو دیکھیں اسکو بتلانے کے تو ہی یہ امر ظاہر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس برٹش حکومت میں اس کی ترقی کس حد تک پہونچی ہوئی ہے اور اگر سچ پوچھو تو برٹش حکومت کی ترقی کا یہی زبردست اصول ہے اور گو یہ رینی مستحکم بھی ہے مگر اسکی حالت اسقدر ابتر ہوگئی ہے اور ہوتی جاتی ہے جسکو مفصل بتلانے کے بہت کچھ لکھنا پڑتا ہے اسلیے مختصر کیفیت یہ ہے کہ بہت سے بیچارے تو لوگوں کے مقابلے سے دست بردار ہو بیٹھے ہیں اور گویہ وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور بہت کچھ ناتجربہ کاری کے باعث خراب ہوگئے اور جو کچھ حصہ کام کر رہا ہے انکی یہ حالت ہے کہ گویہ اگر نام تھے نام تھے دیگر ہی مائنر ایسی خوفناک تجارت کی حالت ہے یہ تو میں نے ایکبات بتلائی جسکا بہت بڑا اثر ہے لیکن ساتھ اس کے اگر زراعت اور حرفتوں کو دیکھتے ہیں تو تاجروں سے بھی بدتر انکو پایا جاتا ہے اور ساتھ ہی حکومتوں اور سلطنتوں کے حالات پر غور کرتے ہیں تو سب سے زیادہ پریشان اور افکاروں کے سمندر عمیق غرق بصورت نظر آتے ہیں غرض علی العموم زمانہ کی حالت بدلی ہوئی نظر آتی ہے اور کیا چھوٹا اور کیا بڑا ہر ایک اپنی حد پر متفکر اور پریشان ہی نظر آتا ہے گو جمعیت اور طمانیت مفقود ہوگئی ہے اور ایسا تو ہی لگتا ہے گویہ مروت محبت وفا یہ باتیں بھی اُٹھ گئیں ہیں جب وہ نہیں تو یہ کہاں غرض وہ مولی کریم اپنا فضل فرماوے اور اپنے بندوں کو نیک توفیق دے کہ تا وقت کو پہچانیں اور سلامتی کی راہ جسکو صراط مستقیم کہتے ہیں اور جس کے دکھلانے کے لیے حضرت امام آخر الزمان جنکا مبارک لقب مسیح و مہدی علیہ السلام ہے موجود ہوگئے ہیں اور بڑے صدق دل سے منادی کر رہے ہیں انکی پیروی نصیب کرے۔ آمین

خاکسار عبد الرحمن

۲۰ رمضان المبارک

سنہ ۱۳۲۱ھ

مطبوعہ انوار احمدیہ پریس قادیان باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر

پھر تو اس صورت میں یہود کا کیا قصور تھا جو اُنھوں نے حضرت مسیح کو قبول نہیں کیا اور اُسکو کافر اور بد مذہب اور ملحد قرار دیا کیا اُنکی صحت نیت کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ کتاب اللہ کی نص کے موافق انھوں نے علمدرآمد کیا۔ ہاں اگر ملاکی نبی کے صحیفہ میں مثیل الیاس کے دوبارہ آنے کا ذکر ہوتا تو اس صورت میں یہود ملزم ہو سکتے تھے کیونکہ یہ امر زیادہ بحث کے لائق نہیں تھا کہ کسی نبی کو مثیل الیاس قرار دیا جائے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہود خوب جانتے تھے کہ خدا تعالےٰ کی یہ عادت نہیں ہے کہ کوئی شخص دوبارہ دنیا میں آوے اور اسکی کوئی نظیر پہلے سے موجود نہیں تھی لہذا یہ صرف ایک استعارہ تھا جس طرح اور صدہا استعارات خدا تعالیٰ کی کتابوں میں استعمال پاتے ہیں اور ایسے استعارات سے یہود بیخبر نہ تھے۔ پھر علاوہ اس کے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ساتھ تائیدات الٰہیہ بھی شامل تھیں اور فراست صحیحہ کے لیے کافی ذخیرہ تھا کہ یہود انکو شناخت کر لیتے اور ان پر ایمان لاتے مگر وہ دن بدن شرارت میں بڑھتے گئے اور وہ نور جو صادقوں میں ہوتا ہے وہ ضرور انھوں نے حضرت عیسیٰ میں مشاہدہ کیا تھا مگر تعصب اور بخل اور شرارت نے انکو محجوب رکھا۔ لیکن یاد رہے کہ یہ سوال تو صرف یہود کے لیے مشکل ہوتا ہے جنکو پہلے یہ ابتلا پیش آیا تھا مگر مسلمان اگر تقوےٰ کو اختیار کرتے تو قرآن شریف نے اس ابتلا سے انکو بچایا تھا کیونکہ صاف لفظوں میں کہدیا تھا کہ عیسیٰ فوت ہو گیا اور نہ صرف یہی بلکہ سورہ مائدہ میں صاف طور پر سمجھا دیا تھا کہ وہ دوبارہ نہیں آئے گا کیونکہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں یہی ذکر ہے کہ اللہ تعالےٰ قیامت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گا کہ کیا تو نے ہی کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے ماننا تو حضرت عیسیٰ جواب دینگے کہ یا الٰہی اگر میں نے ایسا کہا ہے تو تجھکو معلوم ہوگا کیونکہ تیرے علم سے کوئی چیز باہر نہیں میں نے تو صرف وہی کہا تھا جو تو نے فرمایا تھا۔ پھر جب کہ تو نے مجھے وفات دیدی تو پھر صرف تو ہی اُن کا نگہبان تھا مجھے اُن کے حال کا کیا علم تھا۔

اب ظاہر ہے کہ اگر یہ بات سچ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں آئینگے اور چالیس برس دنیا میں ٹھہرینگے اور صلیب کو توڑینگے اور عیسائیوں کے ساتھ لڑائیاں کرینگے تو وہ قیامت کو خدا تعالےٰ کے حضور میں کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ جب تو نے مجھے وفات دیدی تو اسکے بعد مجھے کیا علم ہے کہ عیسائیوں نے کونسی راہ اختیار کی اگر وہ یہی جواب دینگے کہ مجھے خبر نہیں تو ان سے بڑھ کر دنیا میں کوئی جھوٹا نہیں ہوگا کیونکہ جس شخص کو یہ علم ہے کہ وہ دنیا میں دوبارہ آیا تھا اور عیسائیوں کو دیکھا تھا کہ اسکو خدا بنا رہے ہیں اور اسکی پرستش کرتے ہیں اور اُن سے لڑائیاں کیں اور پھر وہ خدا تعالےٰ کے روبرو انکار کرتا ہے کہ مجھے کچھ بھی خبر نہیں کہ میرے بعد انھوں نے کیا کیا اس سے زیادہ کذب کون ٹھہر سکتا ہے۔ جواب صحیح تو یہ تھا کہ ہاں میرے خداوند مجھے عیسائیوں کی گمراہی کی خوب خبر ہے کیونکہ میں دوبارہ دنیا میں جا کر چالیس برس تک رہا اور صلیب کو توڑا پس میرا کچھ گناہ نہیں ہے۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ وہ مشرک ہیں تو میں اسی وقت اُن کا دشمن ہو گیا بلکہ ایسی صورت میں کہ جبکہ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس برس تک دنیا میں رہ چکے ہونگے اور انسانوں کو سزائیں دی ہونگی جو انکو خدا سمجھتے تھے خدا تعالےٰ کا ایسا سوال اُن سے ایک لغو سوال ہوگا کیونکہ جبکہ خدا تعالیٰ کے علم میں یہ بات ہے کہ اس شخص نے اپنے معبود ٹھہرائے جانے کی اطلاع پا کر ایسے لوگوں کو خوب سزا دی تو پھر ایسا سوال کرنا اُنکی شان سے بعید ہے۔ غرض جس قدر مسلمانوں کو خدا تعالےٰ نے یقینی طور پر سنا دیا ہے کہ عیسیٰ فوت ہو گیا ہے اور پھر دنیا میں نہیں آئے گا۔ ہاں اُس کا مثیل آنا ضروری ہے اگر اس قسم کی تصریح ملاکی نبی کے صحیفہ میں ہوتی تو یہود ہلاک نہ ہوتے پس بلاشبہ وہ لوگ یہود سے بدتر ہیں کہ جو اس قدر تصریحات خدا تعالیٰ کے پاک کلام میں پا کر پھر حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کے منتظر ہیں۔

ماسوا اس کے ہمارے مخالف مولوی لوگوں کو دھوکا دیکر یہ کہا کرتے ہیں کہ قرآن شریف سے اگرچہ نہیں مگر حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئینگے مگر ہمیں معلوم نہیں کہ حدیثوں میں کہاں اور کس جگہ لکھا ہے کہ وہی اسرائیلی نبی جس کا نام عیسیٰ تھا جس پر انجیل نازل ہوئی تھی باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیا ہونے کے پھر دنیا میں آجائے گا اگر صرف عیسیٰ یا ابن مریم کے نام پر دھوکا کھانا ہے تو قرآن کریم کی سورہ تحریم میں اس اُمت کے بعض افراد کا نام بھی عیسیٰ یا ابن مریم رکھا گیا ہے کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے سورہ موصوفہ میں بعض افراد اُمت کو مریم سے مشابہت دی اور پھر ہمیں نفخ روح کا ذکر کیا تو صاف ظاہر ہے کہ وہ روح جو مریم میں پھونکی گئی ہے وہ عیسیٰ تھا یہ اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ اس اُمت کا کوئی فرد اول بے خداداد تقوےٰ کی وجہ سے مریم بنے گا اور پھر عیسےٰ ہو جائے گا جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا تعالےٰ نے پہلے میرا نام مریم رکھا اور پھر نفخ روح کا ذکر کیا اور پھر آخر میں میرا نام عیسیٰ رکھدیا۔

اور حدیثوں میں تو صاف لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں حضرت عیسیٰ کو مُردہ روحوں میں ہی دیکھا آپ عرش تک پہونچ گئے مگر کوئی عیسےٰ نام ایسا نظر نہ آیا جو جسم عنصری سے ملحق تھا دیکھا تو وہی روح دیکھی جو یحییٰ وفات یافتہ کے پاس تھی ظاہر ہے کہ زندوں کو مُردوں کے مکان میں گذر نہیں ہو سکتا غرض خدا نے اپنے قول سے حضرت عیسیٰ کی وفات پر گواہی دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل سے یا روایت سے یہی گواہی دیدی۔ اگر اب بھی کوئی نہ سمجھے تو پھر اُس سے خدا سمجھے گا

ماسوا اسکے یہود سے زیادہ انکو تجربہ ہو چکا ہے کہ خدا تعالےٰ کی عادت نہیں ہے کہ دوبارہ دنیا میں لوگوں کو بھیجا کرے ورنہ ہمیں تو عیسیٰ کی نسبت حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے دوبارہ دنیا میں آنے کی زیادہ ضرورت تھی اور اسی میں ہماری خوشی تھی مگر خدا تعالیٰ نے اِنَّکَ مَیِّتٌ کہکر اس امید سے محروم کر دیا۔ یہ بات سوچنے کے لائق ہے کہ اگر دوبارہ دنیا میں آنے کا دروازہ کھلا تھا تو خدا تعالیٰ نے کیوں چند روز کے لیے ایلیا نبی کو دوبارہ دنیا میں نہ بھیجا اور بیچارے لاکھوں یہودیوں کو واصل جہنم کیا۔ آخر مسیح نے آپ ہی یہ فیصلہ دیا کہ دوبارہ آنے سے کسی مثیل کا آنا مراد ہے یہ فیصلہ ابتک انجیلوں میں لکھا ہوا موجود ہے پھر جو بات ایکبار تجربے پا چکی ہے اور جو راہ خطرناک ثابت ہو چکا ہے اور جو راہ خطرناک ثابت ہو چکا پھر اُسی راہ پر پھر قدم مارنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے یہودیوں نے اسبات پر ضد کر کے کہ ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں آئے گا بجز کفر اور روسیاہی کے کیا فائدہ اُٹھایا تا اس زمانہ کے مسلمان اُس فائدہ کی توقع رکھیں۔ جس سوراخ سے ایک بڑا گروہ کاٹا گیا اور ہلاک ہو چکا ہے پھر کیوں لوگ اُسی سوراخ میں ہاتھ ڈالتے ہیں۔ کیا حدیث لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ یاد نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے مرنا بھلا دیا ہے۔ وہ لوگ سورۃ فاتحہ پانچوقت اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں یعنی غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کیا اسکے معنوں میں غور نہیں کرتے اور کیوں یہ نہیں سوچتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بھی بعض صحابہ کو یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا میں آئینگے مگر حضرت ابوبکر نے یہ آیت پڑھی مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اس خیال کو رفع دفع کر دیا اور اس آیت کے یہ معنی سمجھائے کہ کوئی نبی نہیں جو فوت نہیں ہو چکا پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی فوت ہو جائیں تو کوئی افسوس کی

جگہ نہیں یہ امر سب کے لیے مشترک ہو۔

ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں یہ خیال ہوتا کہ عیسیٰ آسمان پر چھ سو برس سے زندہ بیٹھا ہے تو وہ ضرور حضرت ابوبکر کے آگے یہ خیال پیش کرتے لیکن اُس روز سب نے مان لیا کہ سب نبی مر چکے ہیں اور اگر کسی کے دل میں یہ خیال بھی تھا کہ عیسیٰ زندہ ہے تو اُس نے اس خیال کو ایک ردی چیز کی طرح دل سے باہر پھینک دیا۔ یہ میں اس لیے کہتا کہ ممکن ہے کہ عیسائی مذہب کے قرب وجوار کے اثر کی وجہ سے کوئی ایسا شخص جو عجمی ہو اور جس کی درایت صحیح نہ ہو یہ خیال رکھتا ہو کہ شاید عیسیٰ اب تک زندہ ہی ہے مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ اس وعظ صدیقی کے بعد کل صحابہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے جتنے نبی آئے تھے سب مر چکے ہیں اور یہ پہلا اجماع ہے جو صحابہ میں ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں محو تھے کیونکر اس بات کو قبول کر سکتے تھے کہ باوجودیکہ ان بزرگ نبی نے جو تمام نبیوں کا سردار ہے چونسٹھ برس کی بھی پوری عمر نہ پائی مگر عیسیٰ چھ سو برس سے آسمان پر زندہ بیٹھا ہے ہرگز ہرگز محبت نبوی فتویٰ نہیں دیتی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بالتخصیص ایسی فضیلت قائم کرتے لعنت ہے ایسے اعتقاد پر جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آوے۔ وہ لوگ تو عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہ تو اس بات کے سُننے سے زندہ ہی مر جاتے کہ اُنکا پیارا رسول فوت ہو گیا مگر عیسیٰ آسمان پر زندہ بیٹھا ہے وہ رسول نہ انکو بلکہ خدا تعالیٰ کو بھی تمام نبیوں سے زیادہ پیارا تھا اسی وجہ سے جب عیسائیوں نے اپنی بدقسمتی سے اس رسول مقبول کو قبول نہ کیا اور اسکو اتنا اُٹھایا (?) کہ خدا بنا دیا تو خدا تعالیٰ کی غیرت نے تقاضا کیا کہ ایک غلام غلمان محمدی سے یعنی یہ عاجز اس کا مثیل کر کے اسی اُمت میں سے پیدا کیا اور اسکی نسبت اپنے فضل اور انعام کا زیادہ اُسکو حصہ دیا تا عیسائیوں کو معلوم ہو کہ تمام فضل خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

غرض عیسیٰ بن مریم کے مثیل کے آنے کی ایک یہ بھی غرض تھی کہ اُنکی خدائی کو پاش پاش کر دیا جائے انسان کا آسمان پر جا کر مع جسم عنصری آباد ہونا ایسا ہی سنت اللہ کے خلاف ہے جیسے کہ فرشتے مجسم ہو کر زمین پر آباد ہو جائیں۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

پھر یہ نادان قوم نہیں سوچتی کہ جس حالت میں صلیب دینے کے وقت ابھی تبلیغ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ناتمام تھی اور ابھی دس قومیں یہود کی دوسرے ملکوں میں باقی تھیں جو اُن کے نام سے بھی بیخبر تھیں تو پھر حضرت عیسیٰ کو یہ کیا سوجھی کہ اپنا منصبی کام ناتمام چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے۔ پھر تعجب کہ اسلامی کتابوں میں تو حضرت عیسیٰ کو بھی سیاح لکھا ہے مگر وہ تو ساڑھے تین برس اپنے ہی گھر میں رہ کر راہی ملک سماوی ہوئے۔

ظاہر ہے کہ جبکہ صرف بیہودہ قصوں پر بھروسا کر کے حضرت عیسیٰ کو خدا مانا جاتا ہے پھر اگر وہ یہ کرشمہ بھی دکھلا دیں کہ آسمان سے مع فرشتوں کے اُتریں تو اسوقت کیا حال ہوگا۔ یاد رہے کہ جو شخص اُترنے والا تھا وہ عین وقت پر اُتر آیا اور آج تمام نوشتے پورے ہو گئے تمام نبیوں کی کتابیں اسی زمانہ کا حوالہ دیتی ہیں عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اسی زمانہ میں مسیح موعود کا آنا ضروری تھا اُن کتابوں میں صاف طور پر لکھا تھا کہ آدم سے چھٹے ہزار کے اخیر پر مسیح موعود آئے گا سو چھٹے ہزار کا اخیر ہو گیا اور لکھا تھا کہ اُس سے پہلے ذوالسنین ستارہ نکلے گا سو مدت ہوئی کہ نکل چکا اور لکھا تھا کہ اُس کے ایام میں سورج اور چاند کو ایک ہی مہینہ میں جو رمضان کا مہینہ ہوگا گرہن لگے گا سو مدت ہوئی کہ یہ پیشگوئی بھی پوری ہو چکی اور لکھا تھا کہ اُس کے زمانہ میں ایک بیماری جوش سے طاعون پیدا ہوگی اسکی خبر انجیل میں بھی موجود ہے سو دیکھتا ہوں کہ اب تک پیچھا نہیں چھوڑا۔ اور قرآن شریف اور احادیث اور پہلی کتابوں میں لکھا ہے کہ اُس کے زمانہ میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جو آگ سے چلے گی اور انہیں دنوں میں اونٹ بیکار ہو جائیں گے اور یہ آخری حصہ کی حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے سو وہ سواری ریل ہے جو پیدا ہو گئی اور لکھا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا سو صدی میں سے بھی اکیس برس گذر گئے اب ان تمام نشانوں کے بعد جو شخص مجھے رد کرتا ہے وہ مجھے نہیں بلکہ تمام نبیوں کو رد کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے جنگ کر رہا ہے اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اُسکے لیے بہتر تھا۔

خوب یاد رکھو کہ تمام خرابی اور تباہی جو اسلام میں پیدا ہوئی ہے یہانتک کہ اسی ملک ہندوستان میں اُنتیس لاکھ انسان مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا اس کا سبب یہی تھا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ کی نسبت بیجا اور مبالغہ آمیز اُمیدیں رکھکر اور اُنکو ہر ایک صفت میں خصوصیت دیکر قریب قریب عیسائیوں کے پہونچ گئے یہانتک کہ جو کچھ بعض انسانی صفات وہ حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تجویز کرتے ہیں اگر کسی تاریخی کتاب میں اسی قسم کے صفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت لکھے ہوں تو وہ توبہ توبہ کر اُٹھتے ہیں۔ مثلاً ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا اوقات بیمار بھی ہو جاتے تھے اور آپ کو تپ بھی چڑھ جاتا تھا اور آپ دوا بھی کرتے تھے اور بعض اوقات سنگیاں پچھنوں کے ساتھ لگواتے تھے۔ لیکن اگر اسی کے مشابہ حضرت مسیح کی نسبت لکھا ہو کہ وہ تپ میں یا کسی اور بیماری میں گرفتار ہو گئے اور ان کو اُٹھا کر کسی ڈاکٹر کے پاس لے گئے تو فی الفور چیخ اُٹھیں گے کہ یہ مسیح کی شان سے بعید ہے حالانکہ وہ صرف ایک عاجز انسان تھا اور تمام انسانی ضعفوں سے پورا حصہ رکھتا تھا اور وہ اپنے چار بھائی حقیقی اور رکھتا تھا جو بعض اُسکے مخالف تھے اور اسکی حقیقی ہمشیرہ دو تھیں کمزور سا آدمی تھا جسکو صلیب پر محض دو میخوں کے ٹھوکنے سے غش آ گیا۔ ہائے افسوس اگر مسلمان حضرت عیسیٰ کی نسبت قرآن شریف کے قول پر چلتے اور اسکو وفات یافتہ یقین رکھتے اور جیسا کہ قرآن کا منشا ہے اُسکا دوبارہ آنا ممتنع سمجھتے تو اسلام میں یہ تباہی نہ آتی جو آ گئی اور عیسائیت کا جلد تر خاتمہ ہو جاتا۔ شکر ہے کہ اسوقت خدا نے آسمان پر اسلام کا ماتم دیکھ لیا۔

یہ وہ باتیں تھیں جو میں نے صاحبزادہ مولوی **عبد اللطیف** صاحب کو کہیں اور وہ امر جو آخر میں اُنکو سمجھایا وہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مذہبی پہلو کے رو سے

۱۶ سولہ خصوصیتیں ہیں

(۱) اول یہ کہ وہ بنی اسرائیل کے لیے ایک موعود نبی تھا جیسا کہ اسپر اسرائیلی نبیوں کے صحیفے گواہ ہیں۔

(۲) دوسری یہ کہ مسیح ایسے وقت میں آیا تھا جبکہ یہودی اپنی سلطنت کھو چکے تھے یعنی اُس ملک میں یہودیوں کی کوئی سلطنت نہیں رہی تھی گو ممکن تھا کہ کسی اور ملک میں جہاں بعض فرقے یہود کے چلے گئے تھے کوئی حکومت اُن کی قائم ہو گئی ہو جیسا کہ سمجھا جاتا ہے کہ افغان اور کشمیری بھی یہود میں سے ہیں جن کا اسلام قبول کرنے کے بعد سلاطین میں داخل ہونا ایک ایسا واقعہ ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ بہرحال حضرت مسیح کے ظہور کے وقت اُس حصہ ملک سے یہود کی سلطنت جاتی رہی تھی اور وہ رومی سلطنت کے ماتحت زندگی بسر کرتے تھے اور رومی سلطنت کو انگریزی سلطنت سے بہت مشابہت تھی۔

(۳) یہ کہ وہ ایسے وقت میں آیا تھا کہ جبکہ یہودی بہت سے فرقوں پر منقسم ہو چکے تھے اور ہر ایک فرقہ دوسرے فرقہ کا مخالف تھا اور ان سب میں باہم سخت عناد اور خصومتیں پیدا ہو گئی تھیں اور توریت کے اکثر احکام بباعث ان کے کثرۃ اختلافات کے مشتبہ ہو گئے تھے صرف وحدانیت الٰہی میں وہ باہم

اتفاق رکھتے تھے۔ باقی اکثر مسائل جزئیہ میں وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے اور کوئی واعظ ان میں باہم صلح نہیں کرا سکتا تھا اور ان کا فیصلہ کر سکتا تھا اس صورت میں وہ ایک آسمانی حَکَم یعنی فیصلہ کنندہ کے محتاج تھے جو خدا سے جدید وحی پاکر اہل حق کی حمایت کرے اور قضا و قدر سے ایسی ضلالت کی ملونی ان کے کل فرقوں میں ہو گئی تھی جو خالص طور پر نہیں ایک بھی اہل حق نہیں کہلا سکتا تھا ہر ایک فرقہ میں کچھ نہ کچھ جھوٹ اور افراط تفریط کی آمیزش تھی پس یہی وجہ پیدا ہو گئی تھی کہ یہود کے تمام فرقوں نے حضرت مسیح کو دشمن پکڑ لیا تھا اور ان کی جان لینے کی فکر میں ہو گئے تھے کیونکہ ہر ایک فرقہ چاہتا تھا کہ حضرت مسیح پورے طور پر ان کا مصدق ہو اور ان کو راست باز اور نیک چلن خیال کرے اور ان کے مخالف کو جھوٹا سمجھے اور ایسا مداہنہ خدا تعالیٰ کے نبی سے غیر ممکن تھا۔

۴- چہارم یہ کہ مسیح ابن مریم کے لیے جہاد کا حکم نہ تھا اور حضرت موسیٰ کا مذہب یونانیوں اور دیگر کی نظر میں اس وجہ سے بہت بدنام ہو چکا تھا کہ وہ دین کی ترقی کے لیے تلوار سے کام لیتا رہا ہے گو کسی بہانہ سے چنانچہ اب تک ان کتابوں میں موسیٰ کے مذہب پر بڑے بڑے اعتراض ہیں کہ کئی لاکھ شیر خوار بچے اُس کے حکم اور نیز اُس کے خلیفہ یشوع کے حکم سے جو اُسکا جانشین تھا قتل کیے گئے اور بوڑھوں اور دوسرے ضعیفوں کی ہڈیاں بھی اس اعتراض کو چمکاتی تھیں پس انسانی فطرتیں ہی سخت حکم کو برداشت نہ کر سکیں اور جب یہ خیالات غیر مذہب والوں کے انتہا تک پہنچ گئے تو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ایک ایسا نبی بھیجکر جو صرف صلح اور امن سے مذہب کو پھیلاوے توریت پر سے وہ نکتہ چینی اُٹھاوے جو غیر قوموں نے کی تھی سو وہ صلح کا نبی عیسیٰ ابن مریم تھا۔

۵- پانچویں یہ کہ حضرت عیسیٰ کے وقت میں یہودیوں کے علماء کا عموماً چال چلن بہت بگڑ چکا تھا اور انکا قول اور فعل باہم مطابق نہ تھا۔ ان کی نمازیں اور ان کے روزے محض ریاکاری سے پُر تھے اور وہ جاہ طلب علماء رومی سلطنت کے نیچے ایسے دنیا کے کیڑے ہو چکے تھے کہ تمام ہمتیں انکی اسی میں مصروف ہو گئی تھیں کہ مکر سے یا خیانت سے یا دغا سے یا جھوٹی گواہی سے یا جھوٹے فتووں سے دنیا کماویں۔ ان میں بجز زاہدانہ لباس اور بڑے بڑے جبوں کے ایک ذرہ روحانیت باقی نہیں رہی تھی وہ رومی سلطنت کے حکام سے بھی عزت پانے کے بہت خواہاں رہتے تھے اور طرح طرح کے جھوٹ اور جھوٹی خوشامد سے سلطنت سے عزت اور کسی قدر حکومت حاصل کر لی تھی اور چونکہ ان کی دنیا ہی دین رہ گئی تھی

اس لیے وہ اس عزت سے جو توریت پر عمل کرنے سے آسمان پر مل سکتی تھی بالکل لاپرواہ ہو کر دنیا پرستی کے کیڑے بن گئے تھے اور تمام فخر دنیا کی وجاہت میں ہی سمجھتے تھے اور اسی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کے گورنر پر جو رومی سلطنت کی طرف سے تھا کسی قدر ان کا دباؤ بھی تھا کیونکہ ان کے بڑے بڑے دنیا پرست مولوی دور دراز سفر کر کے قیصر کی ملاقات بھی کرتے تھے اور سلطنت سے تعلقات بنا رکھے تھے اور کئی لوگ ان میں سے سلطنت کے وظیفہ خوار بھی تھے اسی بنا پر وہ لوگ اپنے تئیں سلطنت کے بڑے خیر خواہ جتلاتے تھے اس لیے وہ اگرچہ ایک نظر سے زیر نگرانی بھی تھے مگر خوشامدانہ طریقوں سے انھوں نے قیصر اور اس کے بڑے حکام کو اپنی نسبت بہت نیک ظن بنا رکھا تھا انہیں چالبازیوں کی وجہ سے علماء ان میں سے سلطنت کے حکام کی نظر میں معزز سمجھے جاتے تھے اور کرسی نشین تھے لہذا وہ غریب گلیل کا رہنے والا جس کا نام یسوع بن مریم تھا۔ ان شریر لوگوں کے لیے بہت گرفتہ خاطر کیا گیا اُس کے منہ پر نہ صرف تھوکا گیا بلکہ گورنر کے حکم سے اسکو تازیانے بھی مارے گئے وہ چوروں اور بدمعاشوں کے ساتھ حوالات میں دیا گیا حالانکہ اُس کا ایک ذرہ قصور نہ تھا صرف گورنمنٹ کی طرف سے یہودیوں کی ایک دلجوئی تھی کیونکہ سلطنت کی حکمت عملی کا یہ اصول ہے کہ گروہ کثیر کی رعایت رکھی جائے سو اس غریب کو کون پوچھتا تھا۔ یہ عدالت تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر وہ یہودیوں کے مولویوں کے سپرد ہوا اور انھوں نے اسکو صلیب پر چڑھا دیا ایسی عدالت پر خدا جو زمین و آسمان کا مالک ہے لعنت کرتا ہے مگر افسوس ان حکومتوں پر جنکی آسمان کے خدا پر نظر نہیں یوں سمجھتی پیلاطوس جو اس ملک کا گورنر تھا مع اپنی بیوی کے حضرت عیسیٰ کا مرید تھا اور چاہتا تھا کہ اسے چھوڑ دے مگر جب زبردست یہودیوں کے علماء نے جو قیصر کی طرف سے باعث اپنی دنیاداری کے کچھ عزت رکھتے تھے اسکو یہ کہکر دھمکایا کہ اگر تو اس شخص کو سزا نہیں دے گا تو ہم قیصر کے حضور میں تیرے پر فریاد کرینگے تب وہ ڈر گیا کیونکہ بزدل تھا اپنی امانت پر قائم نہ رہ سکا۔ یہ خوف اس لیے اس کے دامنگیر ہوا کہ بعض معزز علماء یہود نے قیصر تک اپنی رسائی بنا رکھی تھی اور پوشیدہ طور پر حضرت عیسیٰ کی نسبت یہ مخبری کرتے تھے کہ یہ شخص مفسد اور در پردہ گورنمنٹ کا دشمن ہے اور اپنی

ایک جمعیت بنا کر قیصر پر حملہ کرنا چاہتا ہے بظاہر مشکلات بھی پیش نہیں کہ اس سادہ اور غریب انسان کو قیصر اور اس کے حکام سے کچھ تعلق نہ تھا اور ریاکاروں اور دنیا طلبیوں کی طرح ان سے کچھ تعارف نہ تھا اور خدا پر بھروسہ رکھتا تھا اور اکثر علماء یہود اپنی دنیا پرستی اور چالبازی اور خوشامدانہ وضع سے سلطنت میں دھنس گئے تھے وہ سلطنت کے درحقیقت دوست نہ تھے مگر معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت اس دھوکہ میں ضرور آگئی تھی کہ وہ دوست ہیں اس لیے انکی خاطر سے ایک بیگناہ خدا کا نبی ہر ایک طرح سے ذلیل کیا گیا مگر وہ جو آسمان سے دیکھتا اور دلوں کا مالک ہے وہ تمام شرارت پیشہ اسکی نظر سے محجوب نہ تھے آخر انجام یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا دیے جانے کے بعد خدا نے مرنے سے بچا لیا اور انکی وہ دعا منظور کر لی جو انھوں نے درد دل سے باغ میں کی تھی جیسا کہ لکھا ہے کہ جب مسیح کو یقین ہو گیا کہ خبیث یہودی میری جان کے دشمن ہیں اور مجھ کو نہیں چھوڑتے تب وہ ایک باغ میں رات کے وقت جا کر زار زار رویا اور دعا کی کہ یا الٰہی اگر تو یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے تو تجھ سے بعید نہیں تو جو چاہتا ہے کرتا ہے اسجگہ عربی انجیل میں یہ عبارت لکھی ہے۔

فبکی بدموع جاریة وعبرات متحدرة فسمع لتقواه-

یعنی یسوع مسیح اس قدر رویا کہ دعا کرتے کرتے اُسکے منہ پر آنسو رواں ہو گئے اور وہ آنسو پانی کی طرح اسکے رخساروں پر بہنے لگے اور وہ سخت رویا اور سخت درد ناک ہوا تب اُسکے تقویٰ کی وجہ سے اسکی دعا سنی گئی اور خدا کے فضل نے کچھ اسباب پیدا کر دیے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اُتارا گیا اور پھر پوشیدہ طور پر باغبان کی شکل بنا کر اس باغ سے جہاں وہ قبر میں رکھا گیا تھا باہر نکل آیا اور خدا کے حکم سے دوسرے ملک کی طرف چلا گیا اور ساتھ ہی اسکی ماں گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واوینهما الی ربوة ذات قرار ومعین یعنی اس مصیبت کے بعد جو صلیب کی مصیبت تھی ہم نے مسیح اور اسکی ماں کو ایسے ملک میں پہنچا دیا جس کی زمین بہت اونچی تھی اور صاف پانی تھا اور بڑے آرام کی جگہ تھی اور احادیث میں آیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد عیسیٰ ابن مریم نے ایک سو بیس برس عمر پائی اور پھر فوت ہو کر اپنے خدا کو جا ملا اور دوسرے عالم میں پہنچکر یحییٰ کا ہمنشین ہوا کیونکہ اسکے واقعہ اور یحییٰ کے واقعہ کو باہم مشابہت تھی۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ وہ نیک انسان تھا اور نبی تھا مگر اسے

خدا کہنا کفر ہے۔ لاکھوں انسان دنیا میں ایسے گذر چکے ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے۔ خدا کسی کے برگزیدہ کرنے میں کبھی نہیں تھکا اور نہ تھکے گا

(۶) چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیصر روم کی عملداری کے ماتحت مبعوث ہوئے تھے۔

(۷) ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ رومی سلطنت کو مذہب عیسوی سے مخالفت تھی مگر آخری نتیجہ یہ ہوا کہ مذہب عیسائی قیصری قوم میں گھس گیا یہانتک کہ کچھ مدت کے بعد خود قیصر روم عیسائی ہو گیا۔

(۸) آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ پہلے مسیح کے وقت میں جسکو اہل اسلام عیسیٰ کہتے ہیں ایک نیا ستارہ نکلا تھا۔

(۹) نویں خصوصیت یہ ہے کہ جب اُس کو صلیب پر چڑھایا گیا تو سورج کو گرہن لگا تھا۔

(۱۰) دسویں خصوصیت یہ ہے کہ اسکو دکھ دینے کے بعد یہودیوں میں سخت طاعون پھیلی تھی۔

(۱۱) گیارھویں خصوصیت یہ ہے کہ اُس پر مذہبی تعصب سے مقدمہ بنایا گیا اور یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ وہ سلطنت روم کا مخالف اور بغاوت پر آمادہ ہے۔

بارھویں خصوصیت یہ ہے کہ وہ صلیب پر چڑھایا گیا تو اُس کے ساتھ ایک چور بھی صلیب پر لٹکایا گیا۔

تیرھویں خصوصیت یہ ہے کہ جب وہ پیلاطوس کے سامنے سزائے موت کے لیے پیش کیا گیا تو پیلاطوس نے کہا کہ میں اس کا کوئی گناہ نہیں پاتا

چودھویں خصوصیت یہ ہے کہ اگرچہ وہ باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھا مگر اُن کے سلسلہ کا آخری پیغمبر تھا جو موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا

پندرھویں خصوصیت یہ ہے کہ مسیح ابن مریم کے وقت میں جو قیصر تھا اُس کے عہد میں بہت سی نئی باتیں رعایا کے آرام اور اُن کے سفر و حضر کی سہولت کے لیے نکل آئی تھیں۔ سڑکیں بنائی گئی تھیں اور سرائیں طیار کی گئی تھیں اور عدالت کے لیے نئے طریق قائم کیے گئے تھے جو انگریزی عدالت سے مشابہ تھے۔

سولھویں خصوصیت مسیح میں یہ تھی کہ بن باپ پیدا ہونے میں آدم سے مشابہ تھے۔

یہ سولہ خصوصیتیں ہیں جو موسوی سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں رکھی تھیں۔ پھر جب کہ خدا تعالیٰ نے موسوی سلسلہ کو ہلاک کر کے محمدی سلسلہ قائم کیا جیسا کہ نبیوں کے صحیفوں میں وعدہ دیا گیا تھا تو اُس حکیم و علیم نے چاہا کہ اس سلسلہ کے اول اور آخر دونوں .... میں مشابہت تامہ پیدا کرے تو پہلے اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر مثیل موسیٰ قرار دیا جیسا کہ آیت انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا سے ظاہر ہے حضرت موسیٰ نے کافروں کے مقابل پر تلوار اُٹھائی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُس وقت جبکہ مکہ سے نکالے گئے اور تعاقب کیا گیا مسلمانوں کی حفاظت کے لیے تلوار اُٹھائی ایسا ہی حضرت موسیٰ کی نظر کے سامنے سخت دشمن کا جو فرعون تھا غرق کیا گیا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سخت دشمن آپ کا ابو جہل تھا ہلاک کیا گیا۔ ایسا ہی اور بہت سی مشابہتیں ہیں جن کا ذکر کرنا موجب طول ہے یہ تو سلسلہ کے اول میں مشابہتیں ہیں مگر ضروری تھا کہ سلسلہ محمدی کے آخری خلیفہ میں بھی سلسلہ موسویہ کے آخری خلیفہ سے مشابہت ہو تا کہ خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ سلسلہ محمدیہ بااعتبار امام سلسلہ اور خلفاء سلسلہ کے سلسلہ موسویہ سے مشابہ ہے ٹھیک ہو اور حقیقی مشابہت اول اور آخر میں دیکھی جاتی ہے اور درمیانی زمانہ جو ایک مدت طویل ہوتی ہے گنجائش نہیں رکھتا کہ پوری پوری نظر سے اُسکو جانچا جائے مگر اول اور آخر کی مشابہت سے یہ قیاس پیدا ہو جاتا ہے کہ درمیان میں بھی ضرور مشابہت ہوگی گو نظر عقلی اسکی پوری پڑتال سے قاصر ہے۔ اور ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مذہبی پہلو کے رو سے سولہ خصوصیتیں تھیں جنکا اسلام کے آخری خلیفہ میں پایا جانا ضروری ہے تا اُس میں اور حضرت عیسیٰ میں مشابہت تامہ ثابت ہو۔ پس اول موعود ہونے کی خصوصیت ہے اسلام میں اگرچہ ہزارہا ولی اور اہل اللہ گذرے ہیں مگر ان میں کوئی موعود نہ تھا لیکن جو مسیح کے نام پر آنے والا تھا وہ موعود تھا۔ ایسا ہی حضرت مسیح دوم خصوصیت سلطنت کے بارہ میں انگریزی سلطنت ہے پس اس میں کیا شک ہے کہ جیسا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم سے کچھ دن پہلے اس ملک سے اسرائیلی سلطنت جاتی رہی تھی ایسا ہی اس آخری مسیح کی پیدائش سے پہلے اسلامی سلطنت بباعث طرح طرح کی بد چلنیوں کے ملک ہندوستان سے اُٹھ گئی تھی۔

سوم خصوصیت جو پہلے مسیح میں پائی گئی وہ یہ ہے کہ اُس کے وقت میں یہود لوگ بہت سے فرقوں پر منقسم ہو گئے تھے اور بالطبع ایک حکم کے محتاج تھے تا اُن میں فیصلہ کرے ایسا ہی آخری مسیح کے وقت میں مسلمانوں میں کثرت سے فرقے پھیل گئے تھے۔

چہارم خصوصیت جو پہلے مسیح میں تھی وہ یہ ہے کہ جہاد کے لیے مامور نہ تھا ایسا ہی آخری مسیح جہاد کے لیے مامور نہیں ہے اور کیونکر مامور ہو زمانہ کی رفتار نے خود قوم کو متنبہ کر دیا ہے کہ تلوار سے کوئی دل تسلی نہیں پا سکتا اور اب مذہبی امور کے لیے کوئی مہذب تلوار نہیں اُٹھاتا اور اب زمانہ جس صورت پر واقع ہے خود شہادت دے رہا ہے کہ مسلمانوں کے وہ فرقے جو مہدی خونی یا مسیح خونی کے منتظر ہیں وہ سب غلطی پر ہیں اور ان کے خیالات خدا تعالیٰ کے منشا کے برخلاف ہیں اور عقل بھی یہی گواہی دیتی ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کا یہ منشا ہوتا کہ مسلمان دین کے لیے جنگ کریں تو موجودہ وضع کی لڑائیوں کے لیے سب سے فائق مسلمان ہوتے وہی توپوں کی ایجاد کرتے وہی نئی نئی بندوقوں کے موجد ہوتے اور انہیں کو فنون حرب میں ہر ایک پہلو سے کمال بخشا جاتا یہانتک کہ آئندہ زمانہ کے جنگوں کے لیے انہیں کو غبارہ بنانے کی سوجھتی اور وہی آب دوز کشتیاں جو پانی کے اندر چلتی پھرتی ہیں بناتے اور دنیا کو حیران کرتے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ دن بدن عیسائی ان باتوں میں ترقی کر رہے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ منشا نہیں ہے کہ لڑائیوں کے ذریعہ سے اسلام پھیلے ہاں عیسائی مذہب دلائل کی رو سے دن بدن شکست ہوتا چلا جاتا ہے اور بڑے بڑے محقق تثلیث کے عقیدہ کو چھوڑتے جاتے ہیں یہانتک کہ جرمن کے بادشاہ نے بھی اس عقیدہ کے ترک کی طرف اشارہ کر دیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ محض دلائل کے ہتھیار سے عیسائی تثلیث کے عقیدہ کو زمین پر سے نابود کرنا چاہتا ہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ جو بات ظہور میں آنے والی ہوتی ہے پہلے سے اس کے علامات شروع ہو جاتے ہیں سو مسلمانوں کے لیے آسمان سے حربی فتوحات کی علامات ظاہر نہیں ہوئیں۔ البتہ مذہبی دلائل کی علامات ظاہر ہو رہی ہیں اور عیسائی مذہب خود بخود پگھلتا چلا جاتا ہے اور قریب ہے کہ جلد تر صفحۂ دنیا سے نابود ہو جائے

پنجم خصوصیت جو پہلے مسیح میں تھی وہ یہ ہے

کہ اُس زمانہ میں یہودیوں کا چال چلن بگڑ گیا تھا بالخصوص اکثر اُن کے جو علما کہلاتے تھے وہ سخت مکار اور دنیا پرست اور دنیا کے لالچوں میں اور دنیوی عزتوں کی خواہشوں میں غرق ہو گئے تھے ایسا ہی آخری مسیح کے وقت میں عام لوگوں اور اکثر علماء اسلام کی حالت ہو رہی ہے یہی مفصل لکھنے کی کچھ حاجت نہیں۔

(۶) چھٹی خصوصیت یعنی یہ کہ حضرت مسیح قیصر روم کے ماتحت مبعوث ہوئے تھے سو اس خصوصیت میں آخری مسیح کا بھی اشتراک ہے کیونکہ میں بھی قیصر کی عملداری کے ماتحت مبعوث ہوا ہوں یہ قیصر اُس قیصر سے بہتر ہے جو حضرت مسیح کے وقت میں تھا۔ کیونکہ تاریخ میں لکھا ہے کہ جب قیصر روم کو خبر ہوئی کہ اُس کے گورنر پیلاطوس نے حیلہ جوئی سے مسیح کو اس سزا سے بچا لیا ہے کہ وہ صلیب پر مارا جائے اور روپوش کر کے کسی طرف فراری کر دیا ہے تو وہ بہت ناراض ہوا اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یہ مخبری یہودیوں کے مولویوں نے ہی کی تھی کہ پیلاطوس نے ایک قیصر کے باغی کو مفرور کر دیا ہے تو اس مخبری کے بعد فی الفور پیلاطوس قیصر کے حکم سے جیلخانہ میں ڈالا گیا اور آخری نتیجہ یہ ہوا کہ جیلخانہ میں ہی اس کا سر کاٹا گیا۔ اور اسطرح پیلاطوس مسیح کی محبت میں شہید ہوا اس سے معلوم ہوا کہ اہل حکم اور سلطنت اکثر دین سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اُس نادان قیصر نے یہودیوں کے علما کو بہت معتبر سمجھا اور ان کی عزت افزائی کی اور انکی باتوں پر عمل کیا اور حضرت مسیح کے قتل کیے جانے کو مصلحت ملکی قرار دیا مگر جہانتک میرا خیال ہے اب زمانہ بہت بدل گیا ہے اسلیے ہمارا قیصر ہر اتب اُس قیصر سے بہتر ہے جو ایسا جاہل اور ظالم تھا۔

(۷) ساتویں خصوصیت یہ کہ مذہب عیسائی آخر قیصری قوم میں گھس گیا سو اس خصوصیت میں بھی آخری مسیح کا اشتراک ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ یورپ اور امریکہ میں میرے دعوے اور دلائل کو شائع بڑی دلچسپی سے کیا گیا ہے اور ان لوگوں نے خود بخود کئی اخبار میں میرے دعوے اور دلائل کو شائع کیا ہے اور میری تائید میں اور تصدیق میں ایسے الفاظ لکھے ہیں کہ ایک عیسائی کے قلم سے ایسے الفاظ کا نکلنا مشکل ہے یہانتک کہ بعض نے صاف لفظوں میں لکھ دیا ہے کہ یہ شخص سچا معلوم ہوتا ہے اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ درحقیقت یسوع مسیح کو خدا بنانا ایک بھاری غلطی ہے اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسوقت مسیح موعود کا دعوے عین وقت پر ہے اور وقت خود ایک دلیل ہے غرض ان کے ان تمام بیانات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ میرے دعوے کے قبول کرنے کے لیے طیار کیے گئے ہیں اور ان ملکوں میں سے دن بدن عیسائی مذہب

خود بخود پگھلتا جاتا ہے۔

(۸) آٹھویں خصوصیت مسیح میں یہ تھی کہ اُس کے وقت میں ایک ستارہ نکلا تھا اس خصوصیت میں بھی آخری مسیح بننے میں شریک کیا گیا ہوں کیونکہ وہی ستارہ جو مسیح کے وقت میں نکلا تھا دوبارہ میرے وقت میں بھی نکلا ہے اس بات کی انگریزی اخباروں نے بھی تصدیق کی ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ مسیح کے ظہور کا وقت نزدیک ہے۔

(۹) نویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ جب اُسکو صلیب پر چڑھایا گیا تو سورج کو گرہن لگا تھا سو اس واقعہ میں بھی خدا نے مجھے شریک کیا ہے کیونکہ جب میری تکذیب کی گئی تو اُس کے بعد نہ صرف سورج کو بلکہ چاند کو بھی ایک ہی مہینہ میں جو رمضان کا مہینہ تھا گرہن لگا تھا اور نہ ایک دفعہ بلکہ حدیث کے مطابق دو دفعہ یہ واقعہ ہوا ان دونو گرہنوں کی انجیلوں میں بھی خبر دی گئی ہے اور قرآن شریف میں بھی یہ خبر ہے اور حدیثوں میں بھی جیسا کہ دار قطنی میں ہے۔

(۱۰) دسویں خصوصیت یہ ہے کہ یسوع مسیح کو دکھ دینے کے بعد یہودیوں میں سخت طاعون پھیلی تھی سو میرے وقت میں بھی سخت طاعون پھیل گئی۔

(۱۱) گیارہویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ یہودیوں کے علماء نے کوشش کی کہ وہ باغی قرار دیئے جائیں اور اُس پر مقدمہ بنایا گیا اور زور لگایا گیا کہ اسکو سزائے موت دیجائے سو اس قسم کے مقدمہ میں بھی قضاء و قدر الہٰی نے مجھے شریک کر دیا کہ ایک خون کا مقدمہ مجھ پر بنایا گیا اور اسی کے ضمن میں مجھے باغی بنانے کی کوشش کی گئی۔ یہ وہی مقدمہ ہے جس میں ڈاکٹر مارٹن کلارک کی طرف سے مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی گواہ بنکر آئے تھے۔

(۱۲) بارھویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ جب وہ صلیب پر چڑھایا گیا تو اُس کے ساتھ ایک چور بھی صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ سو اس امر میں میں بھی شریک کیا گیا ہوں کیونکہ جس دن مجھکو خون کے مقدمہ سے خدا تعالیٰ نے رہائی بخشی اور اس پیشگوئی کے موافق جو پہلے خدا تعالیٰ سے وحی یقینی پا کر صدہا لوگوں میں شائع کر چکا تھا مجھکو بری فرمایا اُسدن میرے ساتھ ایک عیسائی چور بھی عدالت میں پیش کیا گیا تھا۔ یہ چور عیسائیوں کی مقدس جماعت مکتی فوج میں سے تھا جس نے کچھ روپیہ چرا لیا تھا اس چور کو صرف تین مہینے کی سزا ملی پہلے مسیح کے رفیق چور کی طرح سزائے موت اسکو نہیں ہوئی۔

(۱۳) تیرھویں خصوصیت مسیح میں یہ تھی کہ جب وہ پیلاطوس گورنر کے سامنے پیش کیا گیا اور سزائے موت

کی درخواست کی گئی تو پیلاطوس نے کہا کہ میں اس کا کوئی گناہ نہیں پاتا جس سے یہ سزا دوں ایسا ہی کپتان ڈگلس صاحب ضلع مجسٹریٹ نے میرے ایک سوال کے جواب میں مجھکو کہا کہ میں آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتا۔ میرے خیال میں ہے کہ کپتان ڈگلس اپنی استقامت اور عادلانہ شجاعت میں پیلاطوس سے بہت بڑھکر تھا کیونکہ پیلاطوس نے آخر کار بزدلی دکھائی اور یہودیوں کے شریر مولویوں سے ڈر گیا مگر ڈگلس ہرگز نہ ڈرا۔ اسکو مولوی محمد حسین نے کرسی مانگ کر کہا کہ میرے پاس صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر کی چٹھیاں ہیں مگر کپتان ڈگلس نے اسکی کچھ پروا نکی اور میں باوجودیکہ ملزم تھا مجھے کرسی دی اور اسکو کرسی کی درخواست پر جھڑک دیا اور کرسی نہ دی اگرچہ آسمان پر کرسی پانے والے زمین کی کرسی کے کچھ محتاج نہیں ہیں مگر یہ نیک اخلاق اس ہمارے وقت کے پیلاطوس کے ہمیشہ ہمیں اور ہماری جماعت کو یاد رہینگے اور دنیا کے اخیر تک اس کا نام عزت سے لیا جائے گا۔

(۱۴) چودھویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ وہ باپ کے نہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھا مگر با ایں ہمہ موسوی سلسلہ کا آخری پیغمبر تھا جو موسیٰ کے بعد چودہویں صدی میں پیدا ہوا۔ ایسا ہی میں بھی خاندان قریش میں سے نہیں ہوں اور چودہویں صدی میں مبعوث ہوا ہوں اور سب سے آخر ہوں۔

(۱۵) پندرھویں خصوصیت حضرت مسیح میں یہ تھی کہ ان کے عہد میں دنیا کی وضع جدید ہو گئی تھی سڑکیں ایجاد ہو گئی تھیں۔ ڈاک کا عمدہ انتظام ہو گیا تھا۔ فوجی انتظام میں بہت صلاحیت پیدا ہو گئی تھی اور مسافروں کے آرام کے لیے بہت کچھ باتیں ایجاد ہو گئی تھیں اور پہلے کی نسبت قانون معدلت نہایت صاف ہو گیا تھا۔ ایسا ہی میرے وقت میں دنیا کے آرام کے اسباب بہت ترقی کر گئے ہیں یہانتک کہ ریل کی سواری پیدا ہو گئی جس کی خبر قرآن شریف میں پائی جاتی ہے باقی امور کو پڑھنے والا خود سمجھ لے۔

(۱۶) سولھویں خصوصیت حضرت مسیح میں یہ تھی کہ بن باپ ہونیکی وجہ سے حضرت آدم سے وہ مشابہ تھے ایسا ہی میں بھی توام پیدا ہونیکی وجہ سے حضرت آدم سے مشابہ ہوں اور اس قول کے مطابق جو حضرت محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں کہ خاتم الخلفاء صینی الاصل ہوگا یعنی مغلوں میں سے اور وہ جوڑا یعنی توام پیدا ہوگا پہلے لڑکی نکلے گی بعد اس کے وہ پیدا ہوگا۔ ایک ہی وقت میں۔ اسی طرح میری پیدائش ہوئی کہ جمعہ کی صبح کو بطور توام پیدا ہوا۔ اول لڑکی ہوئی بعدہٗ میں پیدا ہوا۔ نہ معلوم کہ یہ پیشگوئی کہاں سے ابن عربی

صاحب سے ملی تھی جو پوری ہو گئی ان کی کتابوں میں اب تک یہ پیشگوئی موجود ہے۔

یہ سو مشابہتیں ہیں جو مجھ میں اور مسیح میں ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو مجھ میں اور مسیح ابن مریم میں اسقدر مشابہت ہرگز نہ ہوتی۔ یوں تو تکذیب کرنا قدیم سے ان لوگوں کا کام ہے جن کے حصہ میں سعادت نہیں مگر اس زمانہ کے مولویوں کی تکذیب عجیب ہے میں وہ شخص ہوں جو عین وقت پر ظاہر ہوا جسکے لیے آسمان پر رمضان کے مہینہ میں چاند اور سورج کو قرآن شریف اور حدیث اور انجیل اور دوسرے نبیوں کی خبر کے مطابق گرہن لگا۔ اور میں وہ شخص ہوں جس کے زمانہ میں تمام نبیوں کی خبر اور قرآن شریف کی خبر کے مطابق اس ملک میں خارق عادت طور پر طاعون پھیل گئی۔ اور میں وہ شخص ہوں جو حدیث صحیح کے مطابق اس کے زمانہ میں حج روکا گیا۔ اور میں وہ شخص ہوں جس کے عہد میں وہ ستارہ نکلا جو مسیح ابن مریم کے وقت میں نکلا تھا۔ اور میں وہ شخص ہوں جس کے زمانہ میں اس ملک میں ریل جاری ہو کر اونٹ بیکار کیے گئے اور عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ بہت نزدیک ہے جبکہ مکہ کے درمیان ریل جاری ہو کر وہ تمام اونٹ بیکار ہو جائیں گے جو تیرہ سو برس سے یہ سفر مبارک کرتے تھے۔ تب اسوقت اونٹوں کی نسبت وہ حدیث جو صحیح مسلم میں موجود ہے صادق آئے گی یعنی یہ کہ لیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیہا یعنی مسیح کے وقت میں اونٹ بیکار کیے جائیں گے اور کوئی اُن پر سفر نہیں کریگا ایسا ہی میں وہ شخص ہوں جس کے ہاتھ پر صدہا نشان ظاہر ہوئے۔ کیا زمین پر کوئی ایسا انسان زندہ ہے جو نشان نمائی میں میرا مقابلہ کر کے مجھ پر غالب آسکے۔ مجھے اُس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اب تک دو لاکھ سے زیادہ میرے ہاتھ پر نشان ظاہر ہو چکے ہیں اور شاید دس ہزار کے قریب یا اس سے زیادہ لوگوں نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ نے میری تصدیق کی اور اس ملک میں جو بعض نامی اہل کشف تھے جن کا تین تین چار چار لاکھ مرید تھا ان کو خواب میں دکھلایا گیا کہ یہ انسان خدا کی طرف سے ہے۔ اور بعض ان میں ایسے تھے کہ میرے ظہور سے تیس برس پہلے دنیا سے گذر گئے تھے۔ جیسا کہ ایک گلاب شاہ نام ضلع لودھیانہ میں تھا جس نے میاں کریم بخش مرحوم ساکن جمالپور کو خبر دی تھی کہ عیسےٰ قادیان میں پیدا ہو گیا اور وہ لودھیانہ میں آئے گا۔ میاں کریم بخش ایک صالح موحد اور بڈھا آدمی تھا اُس نے مجھ سے لودھیانہ میں ملاقات کی اور یہ تمام پیشگوئی مجھے سنائی جس پر مولویوں نے اسکو بہت تکلیف دی مگر اس نے کچھ پروا نکی۔ اُسنے مجھے کہا کہ گلاب شاہ مجھے کہتا تھا کہ عیسےٰ ابن مریم زندہ نہیں وہ مر گیا ہے وہ دنیا میں واپس نہیں آئے گا۔ اس اُمت کے لیے مرزا غلام احمد عیسیٰ ہے جسکو خدا کی قدرت اور مصلحت نے پہلے عیسیٰ سے مشابہ بنایا ہے اور آسمان پر اُس کا نام عیسیٰ رکھا ہے۔ اور فرمایا کہ اے کریم بخش جب وہ عیسیٰ ظاہر ہو گا تو تو دیکھے گا کہ مولوی لوگ کسقدر اسکی مخالفت کرینگے وہ سخت مخالفت کرینگے لیکن نامراد رہیں گے۔ وہ اسلیے دنیا میں ظاہر ہو گا کہ تا وہ جھوٹے حاشیے جو قرآن پر چڑھائے گئے ہیں انکو دور کر کے اور قرآن کا اصل چہرہ دنیا کو دکھاوے۔ اس پیشگوئی میں اُس بزرگ نے صاف طور پر یہ اشارہ کیا تھا کہ تو اسقدر عمر پائے گا کہ اس عیسیٰ کو دیکھیگا۔

اب باوجود ان تمام شہادتوں اور معجزات اور زبردست نشانوں کے مولوی لوگ میری تکذیب کرتے ہیں اور ضرور تھا کہ ایسا ہی کرتے تا پیشگوئی آیت غیر المغضوب علیہم کی پوری ہو جاتی۔ یاد رہے کہ اصل جڑ اس مخالفت کی ایک حماقت ہے اور وہ یہ کہ مولوی لوگ یہ چاہتے ہیں کہ جو کچھ ان کے پاس رطب و یابس کا ذخیرہ ہے وہ سب علامتیں مسیح موعود میں ہونی چاہییں اور ایسے مدعی کی بیعت یا ہدایت کو ہرگز نہیں ماننا چاہیے کہ ان کی تمام حدیثوں میں سے گو ایک حدیث اُس پر صادق نہ آوے حالانکہ قدیم سے یہ امر غیر ممکن چلا آیا ہے۔ یہود نے جو جو علامتیں حضرت عیسیٰ کے لیے اپنی کتابوں میں تراش رکھی تھیں وہ پوری نہ ہوئیں۔ پھر انہیں بدبخت لوگوں نے ہمارے سید و مولےٰ محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے جو جو علامتیں تراشی تھیں اور مشہور کر رکھی تھیں وہ بھی بہت ہی کم پوری ہوئیں۔ انکا خیال تھا کہ یہ آخری نبی بنی اسرائیل سے ہو گا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بنی اسماعیل میں پیدا ہوئے اگر خدا تعالےٰ چاہتا تو توریت میں لکھ دیتا کہ اس نبی کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا اور باپ کا نام عبداللہ اور دادا کا نام عبدالمطلب اور مکہ میں پیدا ہو گا اور مدینہ اسکی ہجرت گاہ ہو گی۔ مگر خدا تعالےٰ نے یہ نہ لکھا کیونکہ ایسی پیشگوئیوں میں کچھ امتحان بھی منظور ہوتا ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ مسیح موعود کے لیے پہلے سے خبر دی گئی ہے کہ وہ اسلام کے مختلف فرقوں کے لیے بطور حکم کے آئے گا اب ظاہر ہے کہ ہر ایک فرقہ کی جدا جدا حدیثیں ہیں پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ سب کے خیالات کی وہ تصدیق کرے اگر اہلحدیث کی تصدیق کرے تو حنفی ناراض ہوں گے اگر حنفیوں کی تصدیق کرے تو شافعی بگڑ جائیں گے اور شیعہ جدا یہ اصول ٹھہرائیں گے ان کے عقیدہ کے موافق وہ ظاہر ہو اس صورت میں وہ کیونکر سب کو خوش کر سکتا ہے۔ علاوہ اس کے خود حکم کا لفظ چاہتا ہے کہ وہ ایسے وقت میں آئے گا کہ جب تمام فرقے کچھ نہ کچھ حق سے دور جا پڑینگے اس صورت میں اپنی اپنی حدیثوں کے ساتھ اُسکو آزمانا سخت غلطی ہے بلکہ قاعدہ یہ چاہیے کہ جو نشان اور قرار دادہ علامتیں اُسکے وقت میں ظاہر ہو جائیں اُن سے فائدہ اُٹھائیں اور باقی کو موضوع اور انسانی افترا سمجھیں یہی قاعدہ ان نیک بخت یہودیوں نے برتا جو مسلمان ہو گئے تھے کیونکہ جو جو باتیں مقرر کردہ احادیث یہود وقوع میں آ گئیں اور آنحضرت پر صادق آ گئیں ان حدیثوں کو انہوں نے صحیح سمجھا اور جو پوری نہ ہوئیں انکو موضوع قرار دیا اگر ایسا نہ کیا جاتا تو پھر نہ حضرت عیسیٰ کی نبوت یہودیوں کے نزدیک ثابت ہو سکتی نہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو لوگ مسلمان ہوئے تھے انہیں یہود کی صدہا جھوٹی حدیثوں کو چھوڑنا پڑا جب اُنھوں نے دیکھا کہ ایک طرف بعض علامات قرار دادہ پوری ہو گئیں اور ایک طرف تائیدات الٰہیہ کا خدا کے رسول میں ایک دریا جاری ہے تو اُنہوں نے اُن حدیثوں سے فائدہ اُٹھایا جو پوری ہو گئیں اور اگر ایسا نہ کرتے تو ایک شخص بھی اُن میں سے مسلمان نہ ہو سکتا۔

یہ تمام وہ باتیں ہیں کہ کئی دفعہ اور کئی پیرایوں میں میں نے مولوی عبداللطیف صاحب کو سنائی تھیں اور تعجب کہ اُنھوں نے میرے پاس بیان کیا کہ یہ باتیں پہلے سے میرے علم میں ہیں اور بہت سے ایسے عجیب دلائل حضرت مسیح کی وفات اور اس بات پر سنائے کہ اسی زمانہ میں اور اسی اُمت سے مسیح موعود ہونا چاہیے جس سے مجھے بہت تعجب ہوا اور اسوقت شعر حسن ز بصرہ بلال از حبش یاد آیا۔ اور اکثر اُن کا استدلال قرآن شریف سے تھا اور وہ بار بار کہتے تھے کہ کیسے نادان وہ لوگ ہیں جنکا خیال ہے کہ مسیح موعود کی پیشگوئی صرف حدیثوں میں ہے حالانکہ جس قدر قرآن شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ فوت ہو گیا اور مسیح موعود اسی اُمت سے آنیوالا ہے اسقدر ثبوت حدیثوں سے نہیں ملتا غرض خدا تعالیٰ نے اُن کے دل کو حق الیقین سے پُر کر دیا تھا اور وہ پوری معرفت سے اسطرح مجھے شناخت کرتے تھے جس طرح درحقیقت ایک شخص کو آسمان سے اُترتا فرشتوں کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ اسوقت مجھے یہ خیال آیا ہے کہ حدیثوں میں جو مسیح موعود کے نزول کا ذکر ہے

اگرچہ یہ لفظ اکرام اور اعزاز کے لیے محاورہ عرب میں آتا ہے جیسا کہ کہتے ہیں کہ فلاں لشکر فلاں جگہ اترا ہے اور جیسا کہ کسی شہر کے نو وارد کو کہا جاتا ہے کہ آپ کہاں اترے ہیں اور جیسا کہ قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ہی اس رسول کو اتارا ہے اور جیسا کہ انجیل میں آیا ہے کہ عیسیٰ اور یحییٰ آسمان سے اترے لیکن بایں ہمہ یہ نزول کا لفظ اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ اس قدر اُس مسیح کی سچائی پر دلائل جمع ہو جائیں گے کہ اہل فراست کو اُس کے مسیح موعود ہونے میں یقین تام ہو جائے گا گویا وہ اُن کے روبرو آسمان سے ہی اُترا ہے چنانچہ ایسے یقین کامل کا نمونہ شہزادہ مولوی عبد اللطیف شہید نے دکھا دیا جان دینے سے بڑھ کر کوئی امر نہیں اور ایسی استقامت سے جان دینا صاف بتلا رہا ہے کہ انھوں نے مجھے آسمان سے اُترتے دیکھ لیا اور دوسرے لوگوں کے لیے بھی یہ امر صاف ہے کہ میرے دعوے کے تمام پہلو آفتاب کی طرح چمک رہے ہیں اوّل قرآن شریف نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور پھر دنیا میں نہیں آئے گا اور اگر بفرض محال قرآن کریم کے مخالف ایک لاکھ حدیث بھی ہو وہ سب باطل اور جھوٹ اور کسی باطل پرست کی بناوٹ ہے حق وہی ہے جو قرآن نے فرمایا اور حدیثیں وہ ماننے کے لائق ہیں جو اپنے مضمون میں قرآن کے بیان کردہ قصوں سے مخالف نہیں پھر بعد اس کے یہ فیصلہ بھی قرآن شریف نے ہی سورہ نور میں لفظ منکم کے ساتھ ہی کر دیا ہے کہ اس دین کے تمام خلیفے اسی اُمت میں سے پیدا ہوں گے اور وہ خلفاء سلسلہ موسوی کے مثیل ہوں گے مگر صرف ایک اُن میں سے سلسلہ کے آخر میں موعود ہوگا جو عیسیٰ بن مریم کے مشابہ ہوگا باقی موعود نہیں ہوں گے یعنی نام لیکر ان کے لیے کوئی پیشگوئی نہیں ہوگی اور یہ منکم کا لفظ بخاری میں بھی موجود ہے اور مسلم میں بھی ہے جس کے یہی معنی ہیں کہ وہ مسیح موعود اسی اُمت میں سے پیدا ہوگا بس اگر ایک غور کرنے والا اسجگہ پورا غور کرے اور طریق خیانت اختیار نہ کرے تو ان تین منکم کے لفظوں پر نظر ڈالنے سے یقین ہو جائے گا کہ یہ امر قطعی فیصلہ تک پہنچ چکا ہے کہ مسیح موعود اسی اُمت میں سے پیدا ہوگا۔ اب رہا میرا دعویٰ سو میرے دعوے کے ساتھ اس قدر دلائل ہیں کہ کوئی انسان ذرا سچا ہے تو اس کے لیے چارہ نہیں ہے کہ میرے دعوے کو اسی طرح مانے جیسا کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مانا ہے کیا یہ دلائل میرے دعوے کے ثبوت کے لیے کم ہیں کہ میری نسبت قرآن کریم نے اس قدر پورے پورے قرائن اور علامات کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ ایک طور سے میرا نام بتلا دیا ہے اور حدیثوں میں کدعہ کے لفظ سے میرے گاؤں کا نام موجود ہے اور حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مسیح موعود کی تیرھویں صدی میں پیدائش ہوگی اور چودھویں صدی میں اُس کا ظہور ہوگا اور صحیح بخاری میں میرا تمام حلیہ لکھا ہے اور پہلے مسیح کی نسبت جو میرے حلیہ میں فرق ہے وہ ظاہر کر دیا ہے اور ایک حدیث صحیح میں یہ اشارہ ہے کہ وہ مسیح موعود ہند میں ہوگا کیونکہ دجال کا مرکز مشرق یعنی ہند قرار دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح موعود دمشق سے مشرق کی طرف ظاہر ہوگا سو قادیان دمشق سے مشرق کی طرف ہے اور پھر دعوے کے وقت میں اور لوگوں کی تکذیب کے دنوں میں آسمان پر رمضان کے مہینے میں کسوف خسوف ہونا زمین پر طاعون کا پھیلنا حدیث اور قرآن کے مطابق ریل کی سواری پیدا ہو جانا اونٹ بیکار ہو جانے حج روکا جانا صلیب کے غلبہ کا وقت ہونا میرے ہاتھ پر صدہا نشانوں کا ظاہر ہونا نبیوں کے مقرر کردہ وقت مسیح موعود کے لیے یہی وقت ہونا۔ صدی کے سر پر میرا مبعوث ہونا ہزارہا نیک لوگوں کا .... میری تصدیق کے لیے خواب دیکھنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف کا یہ فرمانا کہ وہ مسیح موعود مہدی اُمت میں سے پیدا ہوگا اور خدا تعالیٰ کی تائیدات کا میرے شامل حال ہونا۔ اور ہزارہا لوگوں کا دو لاکھ کے قریب میرے ہاتھ پر بیعت کر کے راست بازی اور پاکدلی اختیار کرنا۔ اور میرے وقت میں عیسائی مذہب میں ایک عام تنزل پڑ جانا یہانتک کہ تثلیث کی طلسم کا برف کی طرح گداز ہونا شروع ہو جانا اور میرے وقت میں مسلمانوں کا بہت سے فرقوں پر منقسم ہو کر تنزل کی حالت میں ہونا۔ اور طرح طرح کی بدعات اور شرک اور بیہودگی اور جفاکاری اور خیانت اور دروغگوئی دنیا میں شائع ہو کر ایک عام تغیر دنیا میں پیدا ہو جانا اور ہر ایک پہلو سے انقلاب عظیم اس عالم میں پیدا ہو جانا۔ اور ہر ایک دانشمند کی شہادت سے دنیا کا ایک مصلح کا محتاج ہو جانا۔ اور میرے مقابلہ سے اعجازی کلام میں اور نیز آسمانی نشانوں میں تمام لوگوں کا عاجز آ جانا اور میری تائید میں خدا تعالیٰ کی لاکھوں پیشگوئیاں پوری ہونی یہ تمام نشان اور علامات اور قرائن ایک خدا ترس کے لیے میرے قبول کرنے کے لیے کافی ہیں۔ بعض جاہل بیجا اعتراض کرتے ہیں کہ بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں جیسا کہ آتھم کے مرنے کی اور احمد بیگ کے داماد کی پیشگوئی مگر ان کو خدا تعالیٰ سے شرم کرنی چاہیے کیونکہ جس حالت میں کئی لاکھ پیشگوئی روز روشن کی طرح پوری ہو چکی ہے اور دن بدن نئے نئے نشان ظاہر ہوتے جاتے ہیں تو اس صورت میں اگر ایک دو پیشگوئیاں انکی سمجھ میں نہیں آئیں تو یہ انکی سراسر شقاوت ہے کہ باعث اس بدفہمی کے جس میں خود ان کا قصور ہے خدا تعالیٰ کے ہزارہا نشانوں اور دلیلوں اور معجزات سے انکار کر دیں اور اگر اسی طرح پر انکار ہو سکتا ہے تو پھر ہمیں کسی پیغمبر کا پتہ بتلاؤ کہ جسکی بعض پیشگوئیوں کے پورا ہونے کی نسبت انکار نہیں کیا گیا چنانچہ ملاکی نبی کی پیشگوئی اپنے ظاہری معنوں کے رو سے اب تک پوری نہیں ہوئی کہاں الیاس نبی دنیا میں آیا جس کا یہود کو آج تک انتظار ہے حالانکہ مسیح آ بھی گیا جس سے پہلے اُس کا آنا ضروری تھا کہاں یہ پیشگوئی مسیح کی پوری ہوئی کہ اس زمانہ کے لوگ ابھی زندہ ہی ہوں گے کہ میں واپس آجاؤں گا کہاں انکی یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ وہ داؤد کا تخت قائم کرے گا اور کب پیشگوئی پوری ہوئی کہ پطرس کے ہاتھ میں آسمان کی کنجیاں ہیں کہاں یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ وہ داؤد کا تخت قائم کرے گا اور کب یہ پیشگوئی ظہور میں آئی کہ اس کے بارہ حواری بارہ تختوں پر بیٹھیں گے کیونکہ یہودا اسکریوطی مرتد ہو گیا اور جہنم میں جا پڑا اور اس کے بجائے جس کے لیے تخت کا وعدہ تھا ایک نیا حواری تراشا گیا جو مسیح کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا ایسا ہی حدیثوں میں لکھا ہے چنانچہ درمنثور میں بھی ہے کہ یونس نبی کی یہ پیشگوئی قطعی طور پر بغیر کسی شرط کے کی تھی کہ نینوہ کے رہنے والوں پر چالیس دن کے اندر عذاب نازل ہوگا جو انکو میعاد کے اندر ہلاک کر دے گا مگر کوئی عذاب نازل نہ ہوا اور نہ وہ ہلاک ہوئے آخر یونس کو شرمندہ ہو کر اُس جگہ سے بھاگنا پڑا یہ پیشگوئی بائبل میں یونہ نبی کی کتاب میں بھی موجود ہے جسکو خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں پھر باوجود ان سب باتوں کے مسلمان ان پیغمبروں پر ایمان بھی لاتے ہیں اور ان چند اعتراضات کی کچھ پروا نہیں کرتے اور وہ دو پیشگوئیاں مذکورہ بالا جنکی نسبت اُن کا اعتراض ہے یعنی آتھم کے متعلق اور احمد بیگ کے داماد کے متعلق اُنکی نسبت ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ آتھم کی موت کی پیشگوئی تمام تر صفائی سے پوری ہو گئی اب تلاش کرو کہ آتھم کہاں ہے کیا وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ پیشگوئی کا ماحصل یہ تھا کہ ہم دونوں فریق میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا سو مرت ہو گئی کہ آتھم مر گیا اور یہ فقرہ جو اس پیشگوئی میں موجود تھا کہ آتھم پندرہ مہینے کے اندر مرے گا اُسکے ساتھ یہ شرط بھی شامل کی گئی تھی کہ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ

مقدمہ منتخب از رسالہ الفرقان فی جواب البرہان تفسیر سورۂ قریش

از فاضل امروہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واضح ہو کہ قرآن مجید اور احادیث صحاح سے فضائل خاندان قریش کے بالعموم ثابت ہیں جن کی طرف سورہ قریش اشارہ کر رہی ہے فرمایا اللہ تعالے نے

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ۔ اِلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ۔ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ۔ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ۔

ترجمہ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کے لیے جاڑے اور گرمی کے سفر کی الفت ڈالدی ہے تو انکو ضرور چاہیے کہ خاص اس خانہ کعبہ کے پروردگار کی عبادت کریں جو انکو بھوک میں کھانا کھلا دیتا ہے اور ہر ایک خوف سے انکو امن دے رکھا ہے۔

واضح ہو کہ سلف وغیر خلف نے لام لایلاف کو متعلق مختلفہم کعصف ماکول کے گیا ہے اور بعضوں نے فلیعبدوا رب ہذا البیت کے متعلق گردانا ہے ہم نے متعلق فلیعبدوا کے کر کر اس سورہ کی تفسیر کی ہے۔

اس سورہ میں تفسیری بیان مقدمات مطویہ کا یوں ہے کہ اللہ تبارک وتعالے قریش پر اپنی ظاہری نعمتیں یاد دلا کر اور نیز ظاہر خود تبدیل کر کے رکھکر خالص اپنی عبادت اور فرمانبرداری کے لیے امر فرماتا ہے مقصود یہ ہے کہ اے خاندان قریش تم ہمارے علم ازلی میں ایک ایسی قوم ہو کہ دین اسلام یعنی توحید عبادت اور توحید فرمانبرداری احکام و قوانین الٰہی کی تمہارے واسطے سے ہمکو دنیا بھر میں جاری کرنی منظور ہے اسلیے بجسب مثل مشہور اذا اراد اللہ شیئا ھیأ اسبابہ کے اسکے اسباب وسامان جو تمہارے رفاہ عام اور عیش وآرام کے بھی موجبات ہیں تمہارے لیے مہیا کر دیے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اول تو تمہارے دلوں میں ایک الفت عظیمہ قلوب اہل دنیا کے ساتھ ڈالدی ہے جس سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ قانون الٰہی یعنی شرع اسلام واسطے انتظام امور دین کے بالکل وجوہ بوساطت تمہارے دنیا بھر میں منتظم اور شائع ہو اور اس بارہ میں تم اصل اور متبوع قرار پاؤ اس تمہید کے بعد بطور تخصیص کے ارشاد فرماتے ہیں کہ خصوصا الفت ڈالنا ہمارا تمہارے دلوں میں واسطے سفر یمن وشام کے جو شتا و صیف میں تم کرتے ہو کہ ہم نے ان دونوں سفروں کے ساتھ تمکو عادی اور مانوس کر رکھا ہے یہ بھی ایک ہماری طرف سے بڑی نعمت ہے کہ ہر فصل شتا و صیف میں اپنے رفع حوائج اور تکمیل کے لیے تم یمن وشام کو جاتے ہو اور وہاں سے اپنی ضروریات کی اشیا لاتے ہو اور نیز اہل یمن وشام اپنے بلاد کی تمام اشیاء تمہارے لیے لاتے ہیں جس کے سبب سے تم کو اپنی حوائج اور ضروریات میں کچھ زیادہ انتظار کرنا نہیں پڑتا اور اس رحلت شتا وصیف میں تمکو دیگر فوائد مثل تجربہ کاری دنیا دل خیالات ودید نباتات وغیرہ وغیرہ بھی تمکو حاصل ہوتے ہیں اسی لیے یہ مثل مشہور ہے کہ السفر وسیلة الظفر اور اسطرح کے ایلاف اور ایناس سے تمہاری تمام ضروریات پوری کی جاتی ہیں پس تمکو لازم ہے کہ اسی پر بس نکرو بلکہ اس تمام ایلاف سے بحکم وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کے مقصود اصلی ہمارا یہ ہے کہ تمہارے واسطے تمام دنیا میں توحید فرمانبرداری قوانین احکام الٰہی کی شائع و ذائع ہو جاوے لہذا تمکو ضروری ہوا کہ اولا تم خود توحید عبادت بجا لاؤ تاکہ متبوع ہونے کی لیاقت تم میں پیدا ہو جاوے اور چونکہ یہ نعمتیں بسبب برکات بیت اللہ کے یعنی خانہ کعبہ کے تمکو دیگئیں ہیں لہذا خالص اسی رب البیت کی فرمانبرداری میں بہمہ تن مصروف ہو جاؤ۔ پھر

رب البیت مرد اور ثواب زیارت کرنیوالے کا بہت کچھ دیکھا ہے کہ اسکا عقاب رب البیت کا ہے یعنی عرب وغیرہ اور نیز

پھر تم جانتے ہو کہ تمہارا ملک ایک ایسا وادی غیر ذی زرع تھا کہ اگر یہ الفت ہم پیدا نہ کرتے تو تم اولا بھوک کے مارے ہی ہلاک اور تباہ ہو جاتے اور ثانیا چونکہ سائر بلاد و اطراف جزیرہ عرب میں لوٹ مار قتل کشت و خون اور غارتگری ہمہ تن ہے تو ان مخاوف سے بھی تم تباہ ہو جاتے لیکن ہم نے بیت اللہ کی تعظیم بیت اللہ کے اور بسبب تمہارے مجاور بیت اللہ ہونیکے تمہاری تکریم لوگوں کے دلوں میں ایسی ڈالدی ہے کہ اسکے سبب سے غارت گروں کی غارتگری کے مخاوف سے ہم نے تمکو حضر اور نیز سفر میں امن دے رکھا ہے اس سے بھی ہمارا مقصود یہی ہے کہ تمکو اس توحید اسلام کے شائع کرنے میں اصل اور متبوع قرار دیویں اسلیے تمکو لازم ہے کہ ہمارے منشا کو پورا کرو اور فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ پر پورے عامل بنو ورنہ خلاف ورزی قانون سلطنت کا نتیجہ سب پر واضح ہے جو اس مختصر سورہ میں بسبب وضوح کے بیان نہیں کیا گیا کیونکہ ظاہر ہے کہ ولئن کفرتم ان عذابی لشدید یعنی اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت بیشک ہو گا۔ یعنی اگر یہ منشا ہمارا پورا نہ کرو گے تو پھر وہی جوع اور خوف ہر طرح کا تمہارے لیے موجود ہے اور بعوض رحلت شتا و صیف کے ہر دو رحلت طرف دو طبقہ جہنم یعنی طبقہ زمہریر وطبقہ آگ کے تمہارے لیے طیار ہوں گے کیونکہ قاعدہ ہوتا ہے کہ فرمانبرداری میں جو انعامات فرمانبرداروں کو عنایت ہوتے ہیں باغیوں اور نافرمانوں کے لیے انکا عکس طیار کیا جاتا ہے چنانچہ دوسری جگہ اسی امن وغیرہ کی تفسیر یوں فرماتے ہیں اولم نمکن لھم حرما امنا یجبی الیہ ثمرات کل شیء رزقا من لدنا ولکن اکثرھم لا یعلمون یعنی کیا ہم نے انکو جگہ نہیں دی حرم مکہ میں جس میں انکو ہر طرح کا اطمینان اور امن حاصل ہے کہ کھچے ہوئے چلے آتے ہیں اسکی طرف پھل ہر ایک قسم کے یعنی گھر بیٹھے ہوئے رزق ہے ہمارے نزدیک سے ولکن اکثر ان کے اس نعمت کی قدر نہیں جانتے ہیں...

اس تفسیر سے ثابت ہوا کہ اس سورہ میں بلحاظ واقعات کے ایک لطیف پیشینگوئی دیکھو دو ہزار کے موجود ہے جو پوری بھی ہو گئی یعنی جن افراد قریش نے پورے طور پر تعمیل فلیعبدوا رب ھذا البیت کی کی وہ بحکم لئن شکرتم لازیدنکم کے تمام دنیا کے امام اور متبوع اور اصول اسلام میں قرار پائے کیونکہ وہ قوانین سلطنت اسلامی میں بھی مقتدا ہوئے خلافت نبوة اور بادشاہت روحانی میں بھی پیشوا ٹھہرے قرآن مجید اور سنت